اذا ذکرت ذکرت معی
جب بھی میرا ذکر ہوگا ساتھ تمہارا ذکر بھی ہوگا
اسلام
اور
تصورِ رسول ﷺ
تالیف
مفتی محمد خان قادری
کاروانِ اسلام پبلیکیشنز

نام کتاب	——	اسلام اور تصور رسول ﷺ
تالیف	——	مفتی محمد خان قادری
باہتمام	——	ملک محبوب الرسول قادری
طابع	——	محمد فاروق قادری
اشاعت باراوّل	——	رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ بمطابق نومبر ۲۰۰۴ء
تعداد	——	گیارہ سو
قیمت	——	=/۱۰۰ روپے
ناشر	——	کاروانِ اسلام پبلیکیشنز

جامعہ اسلامیہ لاہور

ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی (ٹھوکر نیاز بیگ) لاہور

ملنے کے پتے

حُسنِ ترتیب

الاھدا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خوش نصیب صحابی کے نام جن کا قول ہے کہ

''اللہ کی قسم یارسول اللہ ﷺ!

آپ مجھے اپنی جان، مال، اولاد اور اہل سے زیادہ محبوب ہیں اگر میں روزانہ آنجناب کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت نہ کرلوں تو میری موت واقع ہو جائے۔

ہماری مراد

حضرت سیدنا عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ

کی ذات گرامی سے ہے۔

یہ وہی عظیم المرتبت ہستی ہے کہ کھیت میں ہل چلاتے ہوئے جب وصال نبوی ﷺ کی خبر پائی تو دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔

اللھم اذھب بصری حتیٰ لا اریٰ بعد حبیبی محمدا احدا فکف بصرہ.

اے میرے اللہ! میری آنکھوں کی بینائی اب ختم کردے تاکہ اپنے محبوب محمد ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو دیکھ ہی نہ سکوں۔

اور پھر واقعی ان کی بینائی اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ پر قربان ہوگئی۔

اوران صحابہ کرام کے نام جو ٹکٹکی باندھ کر چہرہ والضحیٰ کی زیارت سے فیض یاب ہوتے رہتے تھے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

۲۲ ستمبر ۲۰۰۰ء

محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

باب ۱

قرآن اور تصور رسول ﷺ

اطاعت ایک ہے

وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ. (تغابن:۱۲)

اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو پھر اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صریح پہنچا دینا ہے۔

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ (آل عمران:۳۲)

تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ و رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر

وَ اَطِیْعُو اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ. (آل عمران: ۱۳۲)

اور اللہ و رسول کے فرمانبردار رہو اس امید پر کہ تم رحم کیے جاؤ۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (النساء:۸۰)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

وَ اَطِیْعُوْ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (انفال:۱)

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَ یَخْشَ اللّٰہَ وَ یَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ. (النور: ۵۲)

اور حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیز گاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْن. (الانفال:۴۶)

اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کرو گے اور تمھاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی۔ اور صبر کرو بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَفَوْزاً عَظِيْماً (الاحزاب:۷۱)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا، اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الحجرات:۱۴)

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو تمھارے کسی عمل کا تمھیں نقصان نہ دے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْآ اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

(المائدہ:۹۲)

اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْلَمُوْنَ (المجادلہ:۱۳)

اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمھارے کاموں کو جانتا ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ

(محمد:۳۳)

اے ایمان والوں اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ط وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ط وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ

(النور:۵۴)

تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور رسول کا پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا اور اگر رسول کی فرمانبرداری کرو گے راہ پاؤ گے۔ اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا

(الاحزاب:۶۶)

جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے، کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

يَـا يُّهَـا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُـوْٓا اَطِيْـعُـوا اللّٰـهَ
وَرَسُـوْلَـهٗ وَلَا تَـوَلَّـوْا عَـنْـهُ وَ اَنْـتُـمْ
تَسْمَعُوْنَ. (الانفال:۲۰)

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو
اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ
الَّـذِيْـنَ اَنْـعَـمَ الـلّٰـهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ
وَالـصِّـدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ،
وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا،
(النساء: ۶۹)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے
ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی
انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی
اچھے ساتھی ہیں۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا،
وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ،
(النساء:۱۳)

اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اسے
باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں
رواں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی
کامیابی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا
الرَّسُوْلَ وَ اُولِى الْاَمْـرِ مِـنْـكُمْ فَـاِنْ
تَـنَـازَعْـتُـمْ فِـىْ شَـْيءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰـهِ
وَالـرَّسُـوْلِ اِنْ كُـنْـتُـمْ تُـؤْمِـنُـوْنَ بِاللّٰـهِ
وَالْيَـوْمِ الْاٰخِرِ، ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ
تَاْوِيْلًا (النساء:۵۹)

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا
اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم
میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور اس
کے رسول کے حضور رجوع کرو۔ اگر اللہ اور
قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا
انجام سب سے اچھا ہے۔

وَ يُـطِـيْـعُـوْنَ الـلّٰـهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ
سَـيَـرْحَـمُـهُـمُ الـلّٰـهُ اِنَّ اللّٰـهَ عَـزِيْـزٌ
حَكِيْمٌ.
(التوبة: ۷۱)

اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانیں۔ یہ ہیں
جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ
غالب حکمت والا ہے۔

اللہ ورسول پہ ایمان

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
وَالْكِتٰبِ الَّذِىْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ
(النساء:١٣٦)

اے ایمان والو! ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول
پر اور اس کتاب پر جو اپنے رسول پر اتاری۔

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا
ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ
وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ (النور:٤٧)

اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور رسول پر
اور حکم مانا اور پھر کچھ ان میں سے اس کے بعد پھر
جاتے ہیں اور وہ مسلمان نہیں۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِىْ
اَنْزَلْنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ
(التغابن:٨)

تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر
جو ہم نے اتارا۔ اور اللہ تمھارے کاموں سے
خبردار ہے

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِىْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ، ذٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ
(الصف:١١)

ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ
میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو۔ یہ تمھارے
لیے بہتر ہے اگر تم جانو

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ
تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا
(الفتح:٩)

تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان
لاؤ اور اس کے رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ اور صبح و
شام اللہ کی پاکیزگی بولو۔

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ
اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا
(الفتح:١٣)

اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے رسول پر تو
بے شک ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی آگ
تیار کر رکھی ہے۔

نافرمان کی سزا

وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

(النساء:١٤)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے۔ اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔ جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے خواری کا عذاب ہے۔

وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا

(الجن:٢٣)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا

(الاحزاب: ٣٦)

اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی میں بہکا

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ

توبہ: ٧٤

اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ.

(التوبہ: ٥٩)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے۔ اب دیتا ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ.

(الاحزاب: ٣٦)

اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرما دیں تو انھیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار ہے

دونوں سے آگے نہ بڑھو

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ، اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ، (حجرات: ١)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَايَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍوَّهُمْ صَاغِرُوْنَ

(التوبہ: ٢٩)

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس کو جس چیز کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دیئے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر۔

دونوں کی رضا ایک

واللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوا مُؤْمِنِيْنَ (التوبہ:٦٢)

اور اللہ اور رسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے

بیعت ایک ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ (الفتح:١٠)

وہ جو تمھاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

مخالفت ایک ہے

وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (انفال:١٣)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ مَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

(الحشر: ٤)

یہ اس لیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے پھٹے رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول سے پھٹا رہے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ

(مجادلۃ: ۲۰)

بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ کُبِتُوْا کَمَا کُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ

(مجادلۃ: ۵)

بے شک وہ جو اللہ و اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں ذلیل کئے گئے جیسے ان سے اگلوں کو ذلت دی گئی۔

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدًا فِیْھَا ذٰلِکَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ

(توبہ: ۶۳)

کیا انھیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے۔

ان تمام آیات قرآنیہ میں یہاں اللہ رب العزت نے اپنا ذکر فرمایا وہاں ساتھ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی بڑی شان سے تذکرہ فرمایا تا کہ لوگوں کو ان کے مقام وعظمت سے ہمیشہ آگاہی رہے اور وہ آپ کی اتباع واطاعت اختیار کر کے دنیا وآخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں۔
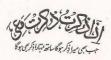
احادیث اور تصور رسول ﷺ

بوقت ولادت اللہ ورسول کا تصور

اسلام نے بچے اور بچی کی ولادت کے وقت اس کے کان میں اذان کہنے کا حکم دیا ہے۔ اس موقعہ پر اذان کے کلمات اس کے کانوں میں پڑھ کر بچے کو اللہ تعالی اور اس کے حبیب پاک ﷺ کے نام اور تصور سے آشنا کیا جاتا ہے جو اس کے لئے خوشخبری کا درجہ رکھتے ہیں کہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا ہے اس مقام پر اس بچے کو جہاں اللہ تعالیٰ کے تصور سے آگاہ کیا جاتا ہے وہاں اس کے رسول کا نام بھی لیا جاتا ہے' اگر اسے یہ بتایا جاتا ہے کہ خالق 'اللہ ہے تو اسے اس سے بھی آگاہ کیا جاتا ہے کہ تیرے رسول حضرت محمد ﷺ ہیں' جن کی رہنمائی میں اگر تیری زندگی بسر ہوئی تو دنیا و آخرت میں کامیابی پائے گا۔

کلمہ اسلام اور تصور رسول

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کو جو کلمہ طیبہ عطا فرمار کھا ہے وہ تصور توحید کے ساتھ ساتھ تصور رسول پر بھی مشتمل ہے" لااله الله محمد رسول الله "بلکہ دو جملے ہونے کے باوجود ان کی درمیان میں "واؤ" نہیں لایا گیا تاکہ دو ذاتوں کے درمیان جو کامل اتصال ہے اسے واضح و اشکار کیا جائے یعنی کلمہ طیبہ یہ تعلیم دے رہا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے حبیب ہیں غیر نہیں۔ ان دونوں کی رضا و ناراضگی ایک ہے جو چاہتا ہے توحید کو مانے اور وہ مومن بن جائے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس مقدس نام کو بھی مانے جسے

اللہ نے ہر جگہ اپنے نام کے ساتھ متصل فرما دیا ہے۔ حضرت ملا علی قاری وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

لا يصح ولا يعتد به شرعا حالها تيلفظ بكلمتيه اقرار حقيقه واحدنيته تعالى و حقيقه رساله صلى الله عليه وسلم	شریعت نے اعلان فرمادیا ہے کہ کوئی آدمی جب تک دونوں باتوں، توحید باری تعالی اور رسالت محمدی ﷺ کو نہ مانے اس کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں

(شرح الشفاء '۱: ۴۶)

یہی وجہ ہے جب رسول اللہ ﷺ کسی کو بھی اسلام میں داخل فرماتے تو اسے دو شہادتوں کے اعلان کا فرماتے۔ ایک شہادت توحید اور دوسری شہادت رسالت۔

ذکر الٰہی اور تصور رسول

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو یہ شان و مقام بخشتے ہوئے حکم دے دیا کہ جب بھی کوئی اپنے رب کا ذکر کرے تو ساتھ اس کے محبوب کو بھی یاد کرے، حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا رب اکرم آپ پر سلام فرماتے ہیں اور پوچھتے ہیں :۔

كيف رفعت ذكرك	میں نے آپ کا ذکر کس طرح بلند فرمایا ہے۔

میں نے عرض کیا۔

الله اعلم	اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے

تو ارشاد ہوا اے حبیب ﷺ آپ کا رفعت ذکر یہ ہے :

اذا ذکرت ذکرت معی — جب بھی میرا ذکر ہو گا ساتھ آپ کا بھی ذکر ہو گا۔

(ابن کثیر، ۴: ۵۲۴)

حضرت مجاہد سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

لا اذکر الا ذکرت معی — جب میرا ذکر کیا جائے گا تو اس کے ساتھ لازماً تمہارا ذکر کیا جائے گا۔

(ایضاً)

اس وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ اپنے ذکر کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو متصل فرمادیا ہے۔

ان میں چند مقامات کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

ایمان اور تصور رسول

اللہ تعالیٰ نے جہاں ایمان لانے کے لئے اپنی ذات مبارکہ کو ماننا شرط قرار دیا ہے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کو بھی تسلیم کرنا ضروری رکھا ہے اگر کوئی شخص توحید باری تعالیٰ کو تو مانے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو نہ مانے اس کا ایمان ہر گز معتبر نہیں ہو گا۔ قرآن و سنت نے متعدد مقامات پر اس کا اعلان فرمایا ہے۔ سورۂ نساء میں ارشاد گرامی ہے۔

یا یھا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ والکتب الذی نزل علی رسولہ۔ — اے اہل ایمان، ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کے رسول پہ نازل شدہ کتاب پر۔

(النساء، ۱۳۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے "اسلام" کے بارے میں جب جبریل امین نے پوچھا

تو آپ نے فرمایا۔

ان تشهد ان لااله اللهوان محمد ارسول الله (المسلم کتاب الایمان)

اس بات کا اعلان کرو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت ابو العباس احمد بن محمد بن عطا بغدادی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو رفعت ذکر عطا فرمائی ہے اس کا معنی یہ ہے۔

جعلت تمام الایمان بذکری معک

میرا (اللہ کا) ذکر ایمان تب قرار پائے گا جب ساتھ اے حبیب تیرا ذکر بھی ہوگا

(الشفاء' ا : ۴۲۲)

اذان اور تصور رسول

اللہ تعالیٰ نے نماز کی طرف بلانے کے لئے مسلمانوں کو جو طریقہ عطا فرمایا ہے وہ اذان دینا ہے' اذان اسلام کے شعائر میں سے ہے۔ اگر کسی قریہ و دیہات سے اذان کی آواز سنائی دے تو اس کے رہنے والوں کو مسلمان تصور کیا جائے گا۔ اور اگر کسی شہر والے اذان پر پابندی لگا دیں تو اسلامی حکومت ان کے خلاف ایکشن لینے کی پابند ہے۔ پانچ دفعہ نماز اور جمعہ کے لئے اذان دینا لازم ہے اس ترانہ اذان کے الفاظ پر غور کریں تو جہاں یہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی و توحید کے اعلان پر مشتمل ہے وہاں حضور ﷺ کی اعلان رسالت پر بھی مشتمل ہے۔ موذن اگر "اشہد ان لا الہ اللہ" کہتا ہے تو وہ "اشہد ان محمد رسول اللہ" کہنے کا بھی پابند ہے حالانکہ عقلی

طور اگر اذان صرف اعلان توحید اور نماز کی طرف دعوتی کلمات پر ہی مشتمل ہوتی تو کافی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اسے پسند نہیں فرمایا اور حکم دیا کہ اذان کے اندر میرے حبیب پاک ﷺ کے نام کو بھی شامل کرو تاکہ میرے ذکر کے ساتھ ان کا بھی ذکر ہو۔

کرہ ارض پر ایک سیکنڈ بھی بغیر اذان کے نہیں گزرتا

یاد رہے پوری دنیا میں چوبیس گھنٹے روئے زمین پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرتا جس میں اذان نہ ہو رہی ہو یعنی ہر لمحہ' فضا اللہ کے اعلان توحید اور حضور ﷺ کے اعلان رسالت سے گونج رہی ہوتی ہے اور کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جب کرہ ارض پر ہزاروں لاکھوں موذن بیک وقت خدا بزرگ و برتر اور حضور ﷺ کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں۔ ذیل میں لیفٹیننٹ محمد شعیب کی اذان کے بارے میں تحقیق ملاحظہ کیجئے۔

دنیا :۔ دنیا کے نقشے کو دیکھیں' اسلامی ممالک میں انڈونیشیا کرہ ارض کے مشرق میں واقع ہے' یہ ملک بے شمار جزیروں پر مشتمل ہے جن میں جاوا' سماٹر' بورنیو اور سیلز مشہور جزیرے ہیں۔ انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک ہے' ۱۸ کروڑ آبادی کے اس ملک میں غیر مسلم آبادی کا تناسب آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

طلوع سحر' سیلز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے۔ وہاں اس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں' طلوع سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے

انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور ہزاروں موذن خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔

مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ بعد جکارتہ میں موذنوں کی آواز گونجنے لگتی ہے۔ جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے اور سماٹرا کے مغربی قصبوں اور دیہاتوں سے پہلے ہی ملایا کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

ملایا کے بعد برما کی باری آتی ہے۔ جکارتہ سے اذانوں کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹہ بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے۔ بنگلہ دیش میں بھی اذانوں کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سری نگر تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں۔ دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے بمبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔

سرینگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے۔ سیالکوٹ سے کوئٹہ، کراچی اور گوادر تک چالیس منٹ کا فرق ہے۔ اس عرصے میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہوتی رہتی ہے۔ پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹے کا فرق ہے۔ اس عرصے میں اذانیں حجاز مقدس، یمن، عرب امارات، کویت اور عراق میں گونجتی رہتی ہیں۔

بغداد سے سکندریہ تک پھر ایک گھنٹے کا فرق ہے۔ اس دوران شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔ سکندریہ اور استنبول ایک ہی طول و عرض پر واقع ہیں۔ مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے اس دوران ترکی میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوتی ہے۔ سکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا دورانیہ ہے، اس عرصے میں شمالی افریقہ میں لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مغربی جزائر سے ہوا تھا ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے۔ فجر کی اذان بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بمشکل جکارتہ پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں نماز مغرب کا وقت ہو جاتا ہے۔ مغرب کی اذانیں سیلز سے بمشکل سماٹرا تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشاء کا وقت ہو جاتا ہے، جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔

کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ کرہ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس وقت ہزاروں لاکھوں موذن بیک وقت خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں؟ انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ تا قیامت اسی طرح جاری رہے گا۔

شاعر دربار رسالت حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے اسی مقام کا

تذکرہ اپنے اشعار میں یوں فرمایا ہے۔

اذا قال فی الخمس المؤذن اشهد	وضم الا له اسم النبی الی اسمه
فذو العرش محمود وهذا محمد	وشق له من اسمه لیجله

(اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کا نام اپنے مبارک نام کے ساتھ اس طرح متصل فرمادیا ہے کہ ہر موذن پانچ وقت اس کی شعارت دیتا ہے اور اپنے نام سے حضور کا نام بنایا تا کہ یہ سب سے افضل اور عزت والا ہو جائے پس عرش والا (اللہ تعالیٰ) محمود اور اس کے حبیب محمد ہیں)۔

بعد از اذان تصور رسول

اذان کے آداب میں سے یہ ہے کہ اذان سنی جائے اور موذن کے ساتھ ساتھ کلمات کو دہرایا جائے جب اذان مکمل ہو جائے تو حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں صلوۃ وسلام عرض کیا جائے اور اس کے بعد دعاوسیلہ پڑھی جائے۔

مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن العاصؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی وفانه من صلی علی صلوة صلی الله علیه بها عشرا ثم سلوا الله لی الوسیلة فانها منزلة فی الجنة لاتنبغی الالعبدمن عباد الله وارجوا ان اکون انا هو (المسلم)	جب تم اذان سنو تو موذن کی طرح کلمات کہو پھر میری ذات پر درود پڑھو جس نے بھی مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے پھر میرے لئے مقام وسیلہ کی دعا کرو جو جنت میں ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے کسی منتخب بندے کو ملے گا اور میں امید کرتا ہوں وہ میں ہی ہوں گا۔

اہم نکتہ :۔

اس ارشاد نبوی نے واضح کر دیا ہے کہ اذان کے بعد آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں صلوٰۃ و سلام عرض کرنا سنت اور شریعت کا حکم ہے لیکن کوئی پابندی نہیں کہ اسے آہستہ ہی پڑھا جائے یا بلند پڑھا جائے بلکہ پڑھنے والے کو اجازت دی گئی ہے وہ جس طرح چاہے پڑھے اب کوئی اگر بلند آواز سے پڑھتا ہے تو آہستہ پڑھنے والا اس پر طعن نہ کرے اور اگر آہستہ پڑھتا ہے تو اسے بلند آواز سے پڑھنے پر مجبور نہ کیا جائے کیونکہ ایک دوسرے کو مجبور کرنے کا معنی شریعت کو اپنے ہاتھ میں لینا ہے اگر کوئی پابندی ضروری ہوتی تو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ ضرور لگا دیتے ہمیں حکم شریعت کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہوئے اذان کے بعد درود و سلام پڑھنا چاہیئے۔

دعائے وسیلہ اور تصورِ رسول

اذان کے بعد موذن اور سامعین تمام کے تمام دعائے وسیلہ پڑھتے ہیں اس کی فضیلت خود رسول اللہ ﷺ نے ان کلمات میں ارشاد فرما دی ہے۔

فمن سأل لی الوسیلة حلت علیه الشفاعة (المسلم)

جس نے میرے لئے وسیلہ کی دعا کی اس کے لئے میری شفاعت ثابت ہو گئی۔

اب اس دعائے وسیلہ کے الفاظ پڑھیئے۔

اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة ات محمد

اے اللہ اس دعوت کاملہ اور قائم ہونے والی نماز کے مالک تو حضور ﷺ کو جنت

الوسيلة والفضيلة والدرجة الرفيعةوابعثه مقاما محمودا الذی وعدته وارزقنا شفاعته یوم القیامة انک لاتخلف المیعاد۔

میں مقام وسیلہ، فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما اور انہیں اپنے وعدہ کے مطابق مقام محمود پر فائز فرما اور ہمیں آپ کی شفاعت سے بہرہ ور فرما بلاشبہ تو وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے دعاوسیلہ کے الفاظ اس طرح مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جس نے اذان سنی اور یہ دعا کی:

اشهدان لا اله اللّٰه وحده لاشریک له واشهدان محمدا عبده ورسوله اللهم صل علیه وبلغه درجة الوسيلة عندك واجعلنا فی شفاعته یوم القیامةوجبت له الشفاعة۔

(المعجم الکبیر، ۲۲، ۴: ۱۲۵۵)

میں اعلان کرتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اے اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرما اور انہیں اپنے پاس مقام وسیلہ عطا فرما اور ہمیں روز قیامت ان کی شفاعت سے بہرہ ور فرما تو ایسے شخص کیلئے میری شفاعت ثابت ہو جائے گی۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ یہ دعا ان مبارک الفاظ میں منقول ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اذان سن کر یہ دعا مانگی۔

اللهم انی اسئلک بحق هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة

اے اللہ عزوجل میں اس دعوت کاملہ اور قائم ہونے والی نماز کے وسیلہ سے تیری

ات محمدا الوسيلة والفضيلة وابعثه المقام المحمود الذى وعدته انک لاتخلف الميعاد حلت له شفاعتی۔ (السنن الکبریٰ)	بارگاہ میں التجا کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کو مقام وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپ کو اپنے وعدہ کے مطابق مقام محمود پر فائز فرما بلاشبہ تو وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا تو اس انسان کیلئے میری شفاعت ثابت ہو جائیگی

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس دعا کے یہ کلمات نقل کیے ہیں۔

اشهدان لااله الا الله وحده لا شریک له وان محمدا عبده ورسوله رضيت بالله ربا وبمحمد رسولا وبالاسلام دينا الا غفرله ذنبه۔ (جلاء الافہام، ۲۲۵)	میں اعلان کرتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ذات و صفات میں بے مثال ہے اور حضرت محمد ﷺ اس کے منتخب بندے اور رسول ہیں میں اللہ تعالیٰ کے رب، حضور کے رسول اور اسلام کے دین ہونے پر خوش ہوں اس پڑھنے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

اس دعا کے مختلف مروی الفاظ آپ کے سامنے ہیں ان میں بار بار غور کیجئے اور دیکھئے یہ دعا ذکر الٰہی کے ساتھ ساتھ کس طرح تصور رسول سے مالامال ہے، یہ جہاں یہ تعلیم دے رہی ہے کہ سب کچھ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہاں یہ تصور بھی اجاگر کر رہی ہے کہ اس کے ہاں جو بہت سے بلند درجات و مقامات ہیں ان پر فائز حضور ﷺ کی ذات اقدس ہی ہے جنت میں سب سے اعلیٰ مقام، مقام وسیلہ ہے وہ آپ کا مقام ہے، حشر میں سب سے بلند مقام، مقام محمود ہے۔ وہ بھی آپ ہی

کا منصب ہے۔

آپ ہماری دعاؤں کے محتاج نہیں

جہاں کوئی یہ نہ سوچے کہ جو دعا کا حکم دیا جارہا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ہماری دعا سے آپ ﷺ کو یہ مقامات ملیں گے' معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو ہماری دعاؤں کا محتاج نہیں بنایا بلکہ ساری کائنات کو ہر معاملہ میں آپ کا محتاج بنایا ہے۔

یہ مقامات تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرما دیئے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے۔

ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا

رات کا کچھ حصہ بیدار رہ کر تہجد ادا کرو یہ آپ کے لئے اضافی عبادت ہے عنقریب آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر فائز فرمانے والا ہے۔ (الاسراء)

خود آپ ﷺ نے فرمایا' جسے مقام وسیلہ اور مقام محمود عطا کیا جانا ہے۔

ارجوان اکون انا ھو

میں امید رکھتا ہوں وہ شخص میں ہی ہوں (المسلم)

ہمیں دعا کا حکم اس لئے ہے تا کہ اس کی برکت سے ہماری بگڑی بن جائے اور ہم روز قیامت آپ کی شفاعت پا سکیں۔

امام شمس الدین محمد السخاوی اس سوال پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

فان قیل مافائدۃ طلب الوسیلۃ اگر کوئی یہ سوال کرے وسیلہ کیلئے ہماری

له مع قوله وارجوٗان اكون انا	دعا کرنے کا کیا فائدہ ہے حالانکہ آپ ﷺ نے
هوورجائه عليه السلام	خود امید کا اظہار فرمایا ہے اور آپ کی امید
لايخيب۔	پوری ہی کی جاتی ہے۔

اس کا جواب دیتے ہیں۔

فالجواب ان طلبنا اياهاله عائدة	ہمارا دعا کرنا آپ کے حکم پر عمل ہے اور
علينا بامتثال ماامرنا به من	اس کا فائدہ ہمیں ہی حاصل ہوتا ہے۔
جهته الكريمة	

اس کی مثال دیتے ہوئے فرمایا:

وهذا نحوصلاتنا وسلامنا	مثلاً ہمارا آپکی خدمت اقدس میں صلاۃ و
عليه مع انه قدغفرله تقدم	سلام عرض کرنا ہمارے ہی لئے مفید ہے
من ذنبه وما تاخر	کیونکہ آپ کا تو یہ مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
(القول البدیع ۱۸۰)	آپکے اگلے اور پچھلے تمام معاملات کو معاف
	فرمار کھا ہے۔

ایک اہم سوال

کسی کے ذہن میں اگر یہ سوال پیدا ہو کہ قرآنی الفاظ میں عسی کا لفظ آیا ہے جو افعال شک میں سے ہے اور وہ بتا رہا ہے کہ مقام محمود ملنے میں شک ہے زیادہ سے زیادہ اس کی امید کی جا سکتی ہے نہ کہ یقین، پھر خود حضور ﷺ نے ارجو (میں امیدوار ہوں) کا کلمہ استعمال فرمایا جو اشکار کہ رہا ہے کہ ابھی۔ مقامات نہیں ملے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ جب یہ الفاظ اللہ ورسول کی گفتگو میں ہوں تو یہ یقین پر دال ہوتے ہیں۔

مسجد اور تصور رسول

قاضی اسمٰعیل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔

اذا مرر تم با لمساجد فصلوا علی النبی صلی الله علیه واله سلم (القول البدیع، ٣٦٣)

جب تم مساجد کے پاس سے گزرو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھو۔

دخول مسجد اور تصور رسول ﷺ

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو اپنے اوپر درود شریف پڑھتے اور پھر یہ کلمات پڑھتے

اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک. (مسند احمد)

اے اللہ میری عصمت میں اضافہ فرما اور مجھ پر رحمت کے دروازے کھول دے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے حضور صلی اللہ وآلہ وسلم نے اپنے نواسے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ تعلیم دی جب مسجد میں جاؤ۔

یصلی علی النبی ویقول اللھم اغفرلنا لنا ذنوبناو.

تو درود شریف پڑھو اور یہ کہو اے اللہ ہمارے گناہ معاف فرمادے۔

افتح لنا ابواب رحمتک (فضل الصلوۃ علی النبی ۲۰، ۷۶)	ہمارے گناہ معاف فرمادے ہم پر رحم فرما اور ہمارے لئے رحمت کے دروازے کھول دے۔

حضرت سعید بن ذی حدان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علقمہؓ سے عرض کیا:

مااقول اذا دخلت المسجد؟	میں مسجد میں داخل ہوتے وقت کیا پڑھا کروں؟

فرمایا جب آپ مسجد میں داخل ہوں تو یہ پڑھا کریں۔

صلی اللہ وملائکتہ علی محمد السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (فضل الصلوۃ ۲۴، ۷)	اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور ﷺ پر درود بھیجیں اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں۔

شیخ ابن قیم نے یہ روایت جلاء الافہام ص ۷۰ پر نقل کی ہے۔

اس لئے امام غزالی نے آداب مسجد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

سلم علیہ اذا دخلت فی المساجدفانہ علیہ السلام یحضر فی المساجد	جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرے کیونکہ آپ روحانی طور پر مساجد میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔

دخول مسجد اور صحابہ وتابعین کا معمول

یہی وجہ ہے جب صحابہ اور تابعین مسجد میں داخل ہوتے تو "اللھم افتح لی" کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں صلوۃ و سلام پڑھتے۔

مشہور تابعی امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں ہمارے دور میں

کان الناس یقولون اذا دخلوا المسجد صلی اللہ وملائکتہ علی محمد' السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ لوگ جب مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے اللہ اور اس کے فرشتے حضور ﷺ کی ذات اقدس پہ درود و سلام بھیجیں' اے نبی ہم آپ پر سلام، اللہ کی رحمت اور اس کی برکات کا نزول ہو۔ (الصلات والبشر : ۱۴۲)

خروج مسجد اور تصور رسول

جس طرح مسجد میں داخل ہوتے وقت آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا مستحب ہے۔ اس طرح مسجد سے نکلتے وقت بھی یہ عمل مستحب ہے۔

امام ابن خزیمہ نے صحیح میں اور امام ابو حاتم بن حبان نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم مسجد میں داخل ہو تو اپنے نبی پر سلام پڑھتے ہوئے یہ دعا کرو اے اللہ مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

واذ اخرج فلیسلم علی النبی ﷺ ولیقل اللھم اجرنی من الشیطن الرجیم۔ جب مسجد سے نکلو تو اپنے نبی ﷺ پر درود و سلام پڑھو اور عرض کرو اے اللہ تعالیٰ پس ہمیں لعنتی شیطان سے محفوظ فرما۔

(جلاء الافھام' ۲۲۷)

دعا کا اصول

چونکہ مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت نمازی اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتا ہے اور دعا کا تو ادب ہی یہی ہے کہ اس سے پہلے آپ کی خدمت، میں درود و سلام عرض کیا جائے۔

زیارت مسجد اور تصور رسول

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ملتا ہے کہ جو شخص مسجد دیکھے اور اس کے پاس سے گزرے وہ آپ ﷺ کو یاد کرے۔

اذا مررتم بالمسجد فصلوا علی النبی ﷺ — جب تم مسجد سے گزرو تو آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرو۔

(جلاء الافہام، ۲۴۴)

گھر میں داخلہ اور تصور رسول

بلکہ ہمارے اسلاف کی تعلیمات میں یہاں تک موجود ہے کہ جب تم اپنے گھر میں داخل ہوں تو اسوقت بھی آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کریں۔

مشہور تابعی حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی فَاِذَا دَخَلْتُم بُیُوتًا فَسَلِّمُوا عَلٰی اَنْفُسِکُم کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ — اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو داخل ہوتے وقت نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجو

(الشفاء: ۲، ۷۱)

حضرت ملا علی القاریؒ گھر میں داخل ہوتے وقت آپ کی بارگاہ اقدس میں سلام عرض کرنے کی وجہ لکھتے ہیں :

لان روحه علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام ۔ | کہ آپ کی روح مقدسہ تمام اہل اسلام کے گھروں کی طرف متوجہ رہتی ہے

(شرح الشفاء ۲ : ۱۱۷)

اقامت اور تصور رسول

نمازیوں کو یہ اطلاع دینے کے لئے جماعت کھڑی ہو رہی ہے شرکت کے لئے تیاری کیجئے اسلام نے اقامت و تکبیر کا حکم دیا ہے اور اس کے کلمات "قد قامت الصلوہ" کے علاوہ وہی ہیں جو اذان کے ہیں تو اقامت جیسے اللہ تعالیٰ کے مبارک ذکر پر مشتمل ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ کا ذکر بھی اس کا حصہ ہے نمازی کے کان جہاں اپنے خالق و مالک کا مقدس نام سنتے ہیں اسی طرح اس کے کان اپنے رسول گرامی کا نام بھی سنتے ہیں

نماز اور تصور رسول

نماز سراپا بارگاہ خداوندی کی حاضری ہونے کے ساتھ ساتھ نمازی کو تصور رسول سے بھی سرشار کرتی ہے۔ توجہ کے لئے چند پہلوؤں کو سامنے لایا جارہا ہے۔

قبلہ رخ ہونا اور تصور رسول

نماز کے فرائض و شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ نمازی کا منہ کعبہ شریف

کی طرف ہو اگر دانستہ طور پر بغیر عذر کے کسی اور سمت کی طرف منہ کر لیا تو نماز ہر گز نہ ہو گی نمازی کو سوچنا چاہیئے آخر کیا وجہ ہے کسی اور سمت نماز نہیں ہوتی حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وللہ المشرق والمغرب	اور اللہ ہی کے لئے ہے مشرق و مغرب پس
فاینماتولوا فثم وجہ اللہ	تم جدھر بھی پھرو گے اودھر ہی اللہ کی
(البقرہ)	ذات ہے۔

تو قرآن اس کا جواب یہ عنایت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی رضا کی خاطر کعبہ شریف کو تاقیامت نمازیوں کے لئے قبلہ مقرر کر دیا ہے۔

رخ انور کی سمت قبلہ

مکۃ المکرمہ اور مدینہ منورہ کے ابتدائی دور میں مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ اس پر یہود نے طعن کیا کہ مسلمان اور ان کا نبی ہمارے دین کی تو مخالفت کرتے ہیں مگر نماز کے وقت ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔ اگر ہم نہ ہوتے تو ان کو قبلہ کی خبر تک نہ ہوتی۔ یہ عنقریب ہمارے دین کو اختیار کر لیں گے۔ اس طعن کی وجہ سے رسالت مآب ﷺ کے دل اقدس پر بوجھ ہوا۔ آپ ﷺ نے تبدیلی قبلہ کی خواہش کرتے ہوئے جبریل امین سے فرمایا:

وودت لوحولنی اللہ الی	میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا قبلہ تبدیل
الکعبۃ فانھا قبلۃ ابی	فرما کر کعبہ کو قبلہ قرار دیں کیونکہ یہی
ابراھیم	میرے والد ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ ہے۔

حضرت جبرائیل امین نے عرض کیا:

انما انا عبد مثلک وانت کریم علی ربک فسئل انت ربک فانک عنداللہ بمکان (لباب التاویل فی معانی التنزیل ۱۰: ۹۹)

یارسول اللہ! ﷺ میں بھی ایک عبد ہوں اور آپ بارگاہ ایزدی میں معزز ہیں آپ تبدیلی قبلہ کے بارے میں سوال کریں کیونکہ یہ اللہ کے ہاں آپ کا ہی مقام ہے۔

یعنی میں بندہ مامور ہوں اور آپ بندۂ محبوب میں صرف ماننے والا ہوں۔ آپ ماننے والے ہیں اور منوانے والے بھی۔ میں فقط اللہ کی رضا چاہنے والا ہوں اور آپ کی رضا اللہ کو مطلوب ہے۔

یہ کہہ کر جبریل امین آسمان پر چلے گئے۔ حضور علیہ السلام نے نماز کی نیت باندھ لی اور آرزوئے شوق میں کہ تبدیلی قبلہ کا حکم آئے، چہرہ اقدس اٹھا کر باربار آسمان کی طرف دیکھا۔ بس چہرۂ اقدس کو اٹھانے کی دیر تھی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب علیہ السلام کی انداز پر پیار آگیا۔ فرمایا:

قدنری تقلب وجھک فی السمآء فلنو لینک قبلة ترضھا فول وجھک شطر المسجد الحرام (البقرہ، ۲: ۱۴۴)

اے محبوب ہم آپ کے چہرہ باربار آسمان کی طرف اٹھنے کو دیکھ رہے ہیں۔ ہم آپ کا چہرہ آپ کے پسندیدہ قبلے کی طرف پھیر دیں گے۔ پس اپنا چہرہ اب مسجد حرام کی طرف پھیر ہی لیجیے۔

یہاں مقصود تبدیلی قبلہ کا حکم نازل کرنا تھا جو فقط ان الفاظ فول وجھک شطر المسجد الحرم (اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیریئے) سے پورا ہو جاتا ہے۔ لیکن قرآن نے یہ حکم دینے سے پہلے دو باتوں کا تذکرہ کیا۔

۱۔قد نری تقلب وجھک فی السماء — اے حبیب ہم آپ کے چہرۂ اقدس کے بار بار آسمان کی طرف اٹھنے کو تک رہے ہیں

یعنی تبدیلی قبلہ کے ساتھ اپنے پیارے محبوب کی اس ادا کو بھی تاقیامت محفوظ کر دیا جو اس موقعہ پر سبب بنی تھی۔

۲۔فلنولینک قبلة ترضھا — ہم آپ کو ضرور پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جو آپ کا پسندیدہ ہے۔

یہاں قرآنی الفاظ نہایت ہی قابل توجہ ہیں۔ لفظ "قبلة" نکرہ لایا گیا ہے۔ اس سے مراد کوئی بھی سمت ہو سکتی ہے "ترضھا" (جو تجھے پسند ہے) اس لفظ نے قبلہ کا تعین کیا ہے یعنی اے محبوب ہم اس سمت کو قبلہ بنا دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں تو آپ نے ملاحظہ کیا، حکم دینے سے پہلے اپنے حبیب کی ادا کو محفوظ کیا اور پھر اس بات سے لوگوں کو آگاہ فرمایا کہ قبلہ کی تبدیلی اور اس کا تعین محبوب کی رضا کے پیش نظر کر رہے ہیں اس کے بعد تبدیلی پر دال الفاظ کا ذکر کیا۔

الغرض نمازی کو یہ علم ہونا چاہیئے کہ میں جس قبلہ کی طرف منہ کر رہا ہوں اس کا تعین و تقرر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کی خاطر کیا تھا۔

آپ کے طریقہ پر نماز کی ادائیگی

نمازی کی نماز تب مقبول ہو گی جب وہ رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ پر ہو گی اس لئے آپ نے فرمایا۔

صلوا کما رأیتمونی اصلی تم اس طرح نماز ادا کرو جس طرح تم مجھے ادا کرتے دیکھتے ہو۔

نماز کا ہر ہر عمل تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک آپ کے طریقہ پر ہونا چاہیئے' نمازی قیام' رکوع' سجود' قومہ' جلسہ اور قعدہ ادا کرتے وقت یہ خیال رکھے کہ یہ آپ کے طریقہ کے مطابق ہیں یا نہیں گویا نماز کا ہر عمل نمازی کو تصور رسول سے سرشار کرتا ہے کہ اس کا کوئی عمل آپ کی مبارک ادا اور سنت سے ہٹ کر نہ ہو' اگر وہ آپ کے طریقہ سے ہٹا ہوا ہے تو اس کی عبادت مسترد ہو جائے گی۔

تشہدِ نماز اور تصورِ رسول ﷺ

ہر نماز میں اللہ تعالیٰ نے تشہد کا حکم دے رکھا ہے اس کے کلمات معروف ہیں۔ التحیات للہ والصلوات 'الخ اس میں نمازی یونہی بارگاہ خداوندی میں اپنی عبودیت وبندگی' تواضع وانکساری اور مالی وبدلی عبادات پیش کرتا ہے تو اسے حکم ہے وہ اپنے نبی علیہ ﷺ کی خدمت اقدس میں یوں سلام عرض کرے۔

السلام علیک ایھا النبی — اے نبی محترم آپ پر سلام ہو اور اللہ کی
ورحمة اللہ وبرکاتہ — رحمت اور اس کی برکات کا نزول ہو۔

نمازی جس طرح بقیہ تمام نماز' ثناء' فاتحہ اور تسبیحات رکوع و سجود وغیرہ بطور انشاء ادا کرتا ہے اسی طرح آپ کی خدمت اقدس میں سلام بھی بطور انشاء ہی عرض کرے یہ کلمات بطور حکایت واخبار نہ کہے جیسا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کتنے افسوس کی بات ہے باقی تمام نماز بطور انشاء ادا کی جائے اور یہ کلمات بطور حکایت کہے جائیں' آخر ان کو بطور حکایت پڑھنے پر کون سی نص ہے؟ اللہ و رسول جنہوں نے یہ کلمات نماز میں شامل فرمائیں انہوں نے ان میں اور بقیہ نماز میں کسی فرق و امتیاز سے آگاہ نہیں فرمایا' اگر انہوں نے امتیاز نہیں کیا تو کسی دوسرے کو یہ حق کیسے دیا جاسکتا کہ ان میں امتیاز و تفریق کی کوشش کرے ہم یہاں امت کے مسلمہ بزرگوں کے اقوال ذکر کیے دیتے ہیں جنہوں نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ یہ الفاظ بھی دیگر نماز کی طرح بطور انشاء ہی پڑھے جائیں نہ کہ بطور حکایت'

ا۔ حجة الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ علیہ نماز کے ہر عمل کے وقت حضور قلب

کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے نمازی جب تو حالت نماز میں تشہد پڑھتے ہوئے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پر پہنچے'

واحضر فی قلبک النبی صلی الله علیه وسلم وشخصه الکریم وقل "سلام علیك ایها النبی ورحمته الله وبرکاته" ولیصدق املك فی انه یبلغه ویرد علیك ما هواُ و فی منه	تو اپنے دل میں نبی اکرم ﷺ اور آپ کی ذات مبارکہ کو حاضر سمجھ کر کہہ اے نبی محترم آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکات کا نزول ہو اور اس بات پر بھی یقین رکھ کہ میرا سلام آپ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور آپ اس کے بہتر جواب سے نوازتے ہیں۔

(احیاء العلوم الدین' ۱: ۱۹۹)

۲۔امام علاؤالدین الحصکفی تنویر الابصار کی شرح در مختار میں رقمطراز ہیں :۔

ویقصد بالفاظ التشهد معانیها مرادة له علی وجه (الانشاء) کانه یحی الله تعالی ویسلم علی نبیه وعلی نفسه واولیائه لا (الاخبار) عن ذالک وظاهره ان ضمیر علینا للحاضرین لاحکایة سلام الله تعالی۔(الدر المختار' ۱: ۷۷)	نمازی الفاظ تشہد کے معانی کا ارادہ کرکے ان کو بطریق انشاء کہے گویا وہ نمازی اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و نیاز پیش کر رہا ہے اور اپنی طرف سے اپنے نبی پر اور اپنی ذات پر اور اولیاء پر سلام کہہ رہا ہے یہ الفاظ کہتے وقت اس واقعہ کی خبر و حکایت کا ارادہ نہ ہو جو شب معراج ہوا۔

۳۔امام عبدالوہاب الشعرانی، شیخ علی الخواص کے حوالے سے لکھتے ہیں :

سمعت سیدی علی الخواص رحمه الله تعالیٰ یقول انما امر الشارع للمصلی بالصلوة والسلام علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی التشهد ینبه الغافلین فی جلوسهم بین یدی الله عزو جل علی شهودفی تلک الحضرة فانه لا یفارق حضرة الله ابدا فیخا طبرنه بالسلام مشافهة۔

میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا کہ شارع حقیقی نے (قعدہ) تشہد میں نمازی کو رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم صرف اس لئے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والوں غافلوں کو اس بات پر تنبیہ فرمادی کہ کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں اس بارگاہ میں ان کے نبی ﷺ بھی تشریف فرما ہیں اور وہ کبھی بھی اللہ کی بارگاہ سے جدا نہیں ہوتے تو نمازی نبی کریم ﷺ کو بالمشافہ سلام کے ساتھ خطاب کرے۔

(کتاب المیزان، ۱۴۵)

۴۔امام بدر الدین عینی اور حافظ ابن حجر تشہد میں سلام پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ویحتمل ان یقال علی طریق اهل العرفان ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لهم بالدخول فی حریم الحیی الذی لایموت

اہل معرفت کے طریقہ پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات کے ساتھ ملکیت کا دروازہ کھلوایا تو انہیں حی لایموت کی بارگاہ میں داخلہ کی واجازت مل گئی ان کی آنکھیں فرحت

فقرت اعينهم بالمناجاة فنبهوا علی ان ذالک بواسطة نبی الرحمة وبرکة متابعته فالتفتوا فاذا لحبیب فی حرم الحبیب حاضر فاقبلوا علیه قائلین السلام علیک ایها النبی و رحمة اللّٰه وبرکاته

(عمدة القاری، ۲: ۱۱۱)

(فتح الباری، ۲: ۲۵۰)

مناجات سے ٹھنڈی ہوئیں تو انہیں اس بات پر تنبیہ کی گئی کہ بارگاہ خداوندی میں جو انہیں شرف باریابی حاصل ہوا ہے یہ سب نبی رحمت کی برکت و متابعت کے سبب سے ہے نمازیوں نے اس حقیقت سے باخبر ہو کر نظر اٹھائی تو حبیب کو اپنے محبوب تعالیٰ کے حرم میں موجود پایا تو حضور کو دیکھتے ہی عرض کرنے لگے السلام علیک ایها النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضور ﷺ کی اس شان علمی کا اظہار ان کلمات میں کرتے ہیں۔

ونیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں و قرۃ العین عابداں است در جمیع احوال واوقات خصوصا در حالت عبادت وآخر آں کہ وجود نورانیت و انکشاف دریں احوال بیشتر قوی تر است وبعضے از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت درذوات مصلیان موجود وحاضر است

اور حضور ﷺ ہمیشہ مومنوں کا نصب العین اور عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ تمام احوال و واقعات خصوصا حالت عبادت میں اور اس کے آخر میں کہ نورانیت اور انکشاف کا وجود اس مقام میں بہت زیادہ اور نہایت قوی ہوتا ہے اور بعض عرفاء نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ ﷺ تمام موجودات کے ذرات

پس مصلی رلباید کہ ازیں مجبتی آگاہ باشدو اور افراد ممکنات میں جاری وساری ہے۔
ازیں شہود غافل نبود تابہ انوار قرب پس آنحضرت ﷺ نمازیوں کی ذات
واسرار معرفت متنور و فائز گردم میں موجود اور حاضر ہیں۔لہذا نمازی کو
(اشعۃ اللعات '۱: ۴۰۱) چاہئیے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اور
حضور ﷺ کے اس حاضر ہونے سے
غافل نہ ہو تا کہ انوار قرب اور اسرار
معرفت سے روشن اور فیضیاب ہو۔

۶۔ علامہ محمد عبدالحی لکھنویؒ اپنے والد گرامی حضرت العلام مولانا عبدالحلیم
لکھنوی کے حوالے سے رقمطراز ہیں۔

السرنی خطاب التشهد (ای فی خطاب تشہد یعنی التحیات میں "السلام
السلام علیک ایها النبی) ان علیک الھاالنبی" کہنے کا راز یہ ہے کہ
الحقیقه المحمدیه کانها ساریه حقیقت محمد یہ ہر وجود میں جاری وساری
فی کل وجودٍ وحاضرٌ فی باطن کل اور ہر بندہ کے باطن میں حاضر و موجود ہے
عبدٍ وانکشاف هذه الحالة علی اس حالت کا پورا انکشاف بحالت نماز
الوجه الاتم فی حالة الصلوٰة فحصل ہوتا ہے لہذا محلِ خطاب حاصل ہو گیا۔
محل الخطاب وقال بعض اهل اور بعض اہل معرفت نے فرمایا کہ بندہ
المعرفة ان العبد لما تشرف جب ثناء الہی سے مشرف ہوا تو اسے
بثناء الله فکانه فی حریم حرم الہی کے حریم میں داخل ہونے کی
الحرم الالٰهی ونور بصیره اجازت مل گئی اور اسکی بصیرت کو خوب

ووجد الحبيب حاضرا فی حرم الحبیب فاقبل علیه وقال السلام ایها النبی و رحمه الله وبرکاته
(السعایہ ۲: ۲۲۸)

روشن کردیا گیا۔ حتی کہ اس نے حرم حبیب میں حبیب کو حاضر پایا۔ فوراً انکی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا السلام علیک ایھا النبی (اے نبی ﷺ آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں ہوں۔

۷۔ شیخ احمد الطحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ان الفاظ کو بطور حکایت و خبر پڑھنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں

فیقصد المصلی انشاء بهذه الا لفاظ مرداة له قاصدا معتاه الموضوعةله من عنده کانه یحیی الله سبحانه وتعالیٰ و یسلم علی النبی صلی الله علیه وسلم وعلی نفسه واولیاء الله تعالی خلافاً لما قاله بعضهم انه حکایة سلام الله لا ابتداء سلام من المصلی۔
(الطحطاوی حاشیہ علی مراقی الفلاح، ۱۵۵)

نمازی ان الفاظ کے مرادی معانی کو ذہن میں رکھ کر انہیں پڑھے یعنی اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں عاجزی وانکساری کا اظہار کرے اور نبی ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرے پھر اپنی ذات پر اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر، ان لوگوں کی مخالفت کرے جو کہتے ہیں یہ الفاظ بطور حکایت، اللہ کا سلام ہے یہ نمازی کی طرف سے سلام نہیں ہے۔

۸۔ حضرت ملا علی قاری تشہد پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

قیل ویمکن فی شرع اھل العرفان ونقول الصلوات محسول علی ما تعورف من الارکان المخصوصة والطبیات علی انھا خالصة لوجه اللّٰه تعالی مخلصة للزلفی کما قال تعالی ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی وح تقریروجه الخطاب فی السلام انھم استفتحوا باب الملکوت واستأ ذنوابالتحیات علی الولوج کانھم اذن لھم بالدخول فی حریم الملک الحی الذی لایموت فقرت اعینھم بالمناجاة کما وردوقرة عینی فی الصلوة وارحنایا بلال فاخذوافی الحمد والثناء

اہل معرفت کے طریق پر ہم یہاں یہ گفتگو کررہے ہیں الصلوت سے مراد ارکان مخصوصہ ہیں اور پاکیزگیاں بھی اس کے لئے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے میری نماز' میری قربانی' میری زندگی اور میری موت (اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہے) اب اسلام علیک کے خطاب کی تقریر کچھ یوں ہو گی جب نمازی ملکوت کا دروازہ کھلواتے میں اور التحیات کے ذریعے حرم میں جانے کی اجازت طلب کرتے ہیں توانکی آنکھیں ٹھنڈک پاتی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے' اے بلال نماز کے ذریعے ہمیں آرام دے تو نمازی اللہ کی حمد وثنا اور مزید لطف کے طلبگار ہوتے ہیں توانہیں آگاہ کیا جاتا ہے کہ یہ یہ لطف وکرم ان پر ان کی غلامی کے طفیل ہوا ہے وہ متوجہ ہوتے ہیں تو دیکھتے ہیں

والتحمید وطلب المزیدوشعفوا لجاجاتهم منذلک فنبهوا علی ان لهذاالمنح والالطاف بواسطه نبی الرحمة وبرکة متابعته فالتفتوافاذاالحبیب فی حرم الحبیب حاضر فاقبلوا علیه مسلمین بقوله السلام علیک ایها النبی رحمة الله وبرکاته.

دیکھتے ہیں حبیب اپنے حبیب کے حرم میں موجود ہیں تو وہ یوں سلام عرض کرتے ہیں السلام علیک ایھاالنبی رحمۃ اللہ وبرکاتہ

(الحرز الثمین شرح حصن حصین، ۲۷۰)

۹۔ عارف کامل شیخ شہاب الدین سہروردی نمازی کو یہ کلمات کہتے وقت ادب کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ویسلم علی النبی صلی الله علیه وسلم ویمثله بین عیینه (عوارف المعارف)

نمازی اپنے نبی ﷺ کو سلام عرض کرتے ہوئے آپ کو آنکھوں کے سامنے محسوس کرے۔

اس تصور پر ایک اہم دلیل

اس بات پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ جب آیت مبارکہ ''ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی '' نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ، اس آیت میں ہمیں دو چیزوں صلاۃ وسلام کا حکم ہے آپ کی خدمت میں سلام کا طریقہ تو ہم نے تشہد کے ذریعے بصورت ''السلام علیک ایھا النبی '' سیکھ لیا ہے اب آپ ہمیں صلوۃ کے طریقہ سے آگاہ فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے ''اللھم صل علی محمد '' کی تعلیم دی۔

امام احمد، بخاری، نسائی، ابن ماجہ اور ابن مردویہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

قلنا یارسول اللہ ھذا السلام علیک قد علمناہ فکیف الصلاۃ قال قولوا اللھم صل علی محمد (الدرالمنثور)	ہم نے عرض کیا یارسول اللہ، آپ پر سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو گیا ہے صلوۃ کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایایوں کہا کرو اللھم صل علی محمد۔

امام سخاوی، امام بیہقی کے حوالہ سے صحابہ کے جملہ ''ہم نے سلام عرض کرنا تو سیکھ لیا ہے'' صلاۃ کا طریقہ کیا ہے کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ما علمھم ایاہ فی التشھد من قولہ السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ فیکون المراد بقولھم فکیف نصلی علیک ای بعد التشھد	سلام سے مراد وہی سلام ہے جو آپ ﷺ نے انہیں حالت تشہد میں یوں سکھایا تھا السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ ہم صلوۃ کس طرح پڑھیں؟ سے مراد وہ صلاۃ ہے جو تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے۔

آگے امام ابن حجر عسقلانی کی تائید ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

قال شیخنا و تفسیر السلام بذلک ھو الظاھر (القول البدیع، ۱۰۰)	ہمارے استاذ (ابن حجر) نے فرمایا سلام کی تفسیر مذکورہ کلمات سے کرنا ہی ظاہر ہے

مذکورہ گفتگو واضح کر رہی ہے کہ صحابہ اللہ تعالیٰ کے حکم مبارک ''سلموا'' پر عمل کرتے ہوئے نماز میں ''السلام علیک ایھا النبی'' کے کلمات پڑھا کرتے اگر بطور خبر و حکایت انہیں پڑھا جائے تو اس حکم پر عمل نہ ہوگا، اس حکم پر عمل بصورت انشاء پڑھنے میں ہی ہے صحابہ کا یہ کہنا کہ نماز میں ہمیں سلام عرض کرنے کا طریقہ آ گیا ہے آپ ہمیں صلوٰۃ کا طریقہ بتا دیں واضح طور پر بتا رہا ہے کہ وہ اسے بطور انشاء ہی پڑھا کرتے تھے نہ کہ بطور حکایت۔

نماز میں آپ کو سلام عرض کرنا آپکی خصوصیت ہے

آئمہ امت نے تشہد کی بنا پر ہی یہ تصریح کی ہے کہ نمازی کا نماز میں آپ کو بصورت خطاب سلام عرض کرنا آپ ﷺ کی خصوصیت ہے' اگر نمازی کسی اور کو نماز میں سلام کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے' لیکن اگر آپ ﷺ کو سلام عرض نہ کرے تو نماز مسترد ہو جاتی ہے' ہم یہاں تین بزرگوں کی تصریحات ذکر کئے دیتے ہیں۔

ا۔ امام جلال الدین سیوطی نے باقاعدہ آپ کی اس خصوصیت پر باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے۔

باب اختصاصه صلى الله عليه وسلم بان المصلى يخاطبه بقوله السلام عليك ايهاالنبى ولا يخاطبه سائر الناس	حضور ﷺ کا یہ خاصہ ہے کہ نمازی دوران نماز آپ کو مخاطب کر کے السلام علیک ایھاالنبی کے ساتھ سلام عرض کرتا ہے حالانکہ نمازی کسی اور کو مخاطب نہیں کر سکتا

(الخصائص الکبریٰ' ۲ : ۲۵۳)

۲۔ امام احمد بن محمد قسطلانی آپ ﷺ کی اسی خصوصیت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

منها ان المصلى يخاطبه بقوله السلام عليك ايهاالنبى ولا يخاطب غيره	آپ کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ نمازی حالت نماز میں آپ کی خدمت میں السلام علیک ایھاالنبی کہہ کر سلام عرض کرتا ہے اور آپ کے علاوہ کسی کو مخاطب نہیں کر سکتا۔
(المواہب اللدنیہ' ۲ : ۶۷۹)	

۳۔ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی آپ ﷺ کی خصائص و فضائل بیان کرتے

ہوئے کہتے ہیں۔

الرابعة و بان المصلى يخاطبه بقوله السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته ولا يخاطب سائر الناس وهو ثابت فی حديث التشهد ومخاطبة النبی صلی الله عليه وسلم بذلك واجبة علی الصحيح

(سبل الہدی والرشاد ۱۰: ۴۵۱)

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ نمازی حالت نماز میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس یوں مخاطب ہو کر سلام عرض کرتا ہے السلام علیک ایھا النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ حالانکہ آپ کے علاوہ کسی اور کو نماز میں مخاطب نہیں کیا جا سکتا اور یہ بات حدیث تشہد سے ثابت ہے اور نماز میں حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر سلام عرض کرنا صحیح قول کے مطابق لازم ہے

صاحب عون المعبود رقمطراز ہیں :۔

فان قيل كيف شرع هذا اللفظ وهو خطاب بشر مع كونه منهياً عنه فی الصلوة فالجواب ان ذلك من خصائصه صلى الله عليه وسلم (عون المعبود ۱: ۳۲۵)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ السلام علیک ایھا النبی کیسے مشروع و جائز ہو سکتا ہے حالانکہ یہ ایک انسان سے خطاب ہے اور خطاب بشر نماز میں ممنوع و ناجائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کی خصوصیات سے ہے

۴۔ امام ابو حفص عمر بن علی المعروف ابن الملقن (۸۰۷) علیہ الرحمہ خصائص میں ذکر کرتے ہیں کہ ایک خاصہ آپ ﷺ کا یہ بھی ہے۔

يخاطبه المصلی بقوله السلام عليك ايها النبی ولا يخاطب سائر الناس

(غاية السول فی خصائص الرسول ۲۷۳)

کہ نمازی ''السلام علیک ایھا النبی'' کے کلمات کے ساتھ آپ ﷺ سے خطاب (سلام) کر سکتا ہے مگر کسی دوسرے سے مخاطب نہیں ہو سکتا۔

۵۔ امام قطب الدین الخیضری (۸۹۰) آپ ﷺ کا یہی خاصہ مذکورہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

کذا قالہ الشیخان وھو ثابت فی التشھد و مخاطبتہ ﷺ بذلک واجبة ھذا ھو الصواب

اسی طرح شیخین نے کہا اور یہ، حدیث تشہد سے ثابت ہے اور ان کلمات سے آپ ﷺ کو سلام عرض کرنا لازم ہے اور درست رائے بھی یہی ہے۔

(اللفظ المکرم بخصائص النبی المعظم، ۳۵۰)

امام قطب الدین خیضری اس مسئلہ پر رقمطراز ہیں۔

وجوب اجابتہ علی المصلی اذا دعاہ ولا تبطل صلاتہ ھذا ھو الصحیح

نمازی کا اسی وقت حاضر ہونا ضروری ہے جب آپ ﷺ اسے طلب فرمائیں اور صحیح قول کے مطابق اس کی نماز باطل نہ ہوگی

(اللفظ المکرم، ۳۶۷)

شیخ ابن الملقن نے اس رائے کا اظہار یوں کیا ہے۔

یجب علی المصلی اذا دعاہ ان یجیبہ لقصة ابی سعید بن المعلی......ولا تبطل صلاتہ

(غایة السول، ۲۷۸)

نمازی کو آپ ﷺ جب طلب کریں تو فی الفور حاضر ہونا لازم ہے اس پر حضرت سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ کا واقعہ شاہد ہے اور نماز بھی باطل نہ ہو گی۔

حضرت ملا علی قاری اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اذاجمع الاربعة علی ان المصلی یقول ایھا النبی وان ھذا من خصوصیاتہ علیہ السلام اذلو خاطب مصل احداً غیرہ و یقول السلام علیک بطلت صلاتہ

(شرح الشفاء ۲، ۱۱۹)

چاروں ائمہ مجتہدین اس پر متفق ہیں کہ نمازی ایہا النبی ہی پڑھے اور یہ حضور ﷺ کی خصوصیت ہے کیونکہ اگر نمازی کسی دوسرے شخص سے مخاطب ہو کر سلام کہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

اہم نوٹ: یادر ہے یہ خصوصیت تب بنے گی جب یہ سلام بطور انشاء ہو اگر بطور حکایت ہو تو یہ خصوصیت نہیں بن سکتی بلکہ اس پر اعتراض ہی وارد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس وقت یہ خطاب ہی نہیں۔

حضور ﷺ پر نماز تک قربان کرنے کا حکم

نماز چھوڑ کر اللہ کے حبیب کی بارگاہ میں حاضری دی جائے

اگر کوئی ان چیزوں کو بزرگوں کا غلو یا جذباتی پن کہتا ہے تو وہ تعلیمات شریعت سے ہرگز آگاہ نہیں، ان کے یہ تمام اقوال کتاب و سنت کی روشنی میں ہیں، آیئے ہم ایک قرآنی آیت کا تذکرہ کرتے ہیں جس میں ان معاملات کو واضح کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم، میرے محبوب پر نماز قربان

سورۂ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

یایھا الذین امنوا استجیبوا للّٰہ و للرسول اذا دعا کم لما یحییکم	اے اہل ایمان، اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی عطا کرے گی۔
(الانفال، ۲۴)	

رسول اللہ کی تشریح

اس آیت کریمہ کی تشریح خود رسول اللہ ﷺ سے ہی فرمائی ہے کہ حالت نماز میں بھی اس حکم پر عمل لازم ہے۔

ا۔ امام بخاری نے صحابی رسول حضرت ابو سعید بن معلیؓ سے نقل کیا ہے کہ میں مسجد میں نماز ادا کر رہا تھا، رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے اور مجھے یاد فرمایا میں حاضر نہ

ہوا، نماز سے فراغت کے بعد میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ دیر اسلئے ہوگئی ہے۔

انی کنت اصلی — میں نماز ادا کر رہا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

الم یقل اللّٰہ تعالٰی استجیبو اللّٰہ وللرسول اذا دعاکم — کیا اللہ تعالے کا یہ حکم نہیں ہے کہ اللہ و رسول کے بلانے پر فی الفور حاضر ہو جاؤ۔

(البخاری، ۲: ۶۴۲)

علامہ محمد بن علی شوکانی مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ واضح طور پر نشاہدہی کر رہی ہے کہ مذکورہ آیت مبارکہ میں ہر حکم پر حاضری لازم و ضروری ہے خواہ وہ کسی وقت ہو اور کسی عمل و فعل کا ہو اس میں کسی قسم کی کوئی تخصیص نہیں۔

وفیه دلیل علی ماذکرنا من ان الایة تعم کل دعاء من اللّٰہ ومن رسوله — اسمیں واضح دلیل ہے کہ یہ آیت مبارکہ اللہ اور اس کے رسول کے ہر حکم کو شامل ہے۔

(فتح القدیر، ۲: ۳۰۰)

۲۔ امام ترمذی نے حدیث حسن صحیح نقل کی ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ نماز ادا کر رہے تھے اتنے میں اللہ تعالے کے حبیب ﷺ نے انہیں یاد فرمایا نماز میں ہونے کی وجہ سے حاضر نہ ہوئے۔

فخفف الصلاة ثم انصرف الی النبی ﷺ — نماز مختصر کر کے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

مامنعک اذ دعوتک ان تجیبنی؟ میں نے تمہیں بلایا تم کیوں نہیں آئے؟

عرض کیا یارسول اللہ نماز پڑھ رہا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

افلم تجدفیما اوحی الی استجیوالله وللرسول اذا دعاکم لمایحییکم

کیا تم نے کلام الٰہی میں یہ نہیں پایا، اللہ اور رسول جب بھی تمہیں بلائیں فی الفور آجاؤ۔

عرض کیا۔

بلیٰ یا رسول الله ولااعود

ہاں یارسول اللہ آئندہ ایسا نہیں کرونگا۔

(الترمذی، ۲: ۱۱۱)

امام ابوبکر ابن العربی مذکورہ آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

وقد بینا فی غیرموضع ان هذه الاية دليل على وجوب اجابة النبی و تقدیمها علی الصلاة

ہم نے متعدد مقامات پہ واضح کیا ہے کہ یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ حضور ﷺ کے بلانے پر فی الفور حاضر ہونا اور اسے نماز سے مقدم سمجھنا لازم وضروری ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رقمطراز ہیں۔

والاولیٰ ان یقال هوکل مادعی له الرسول ﷺ والتقیید لیس للاحتراز بل للمدح و التحريض فان اطاعة

یہ قول کرنا بہتر ہے کہ یہاں آپ ﷺ کا ہر حکم مراد ہے باقی قید کا اضافہ احتراز کے لئے نہیں بلکہ مدح اور ابھارنے کیلئے ہے کیونکہ ہر معاملہ میں اطاعت رسول

الرسول فی کل امریحی القلوب وعصیانه یمیته۔

دلوں کو زندہ اور آپ کی نافرمانی دلوں کو مردہ بنادیتی ہے۔

(المظہری، ۴: ۴۷)

رسول اللہ کا بلانا اللہ تعالیٰ کا ہی بلانا ہے

جب اس آیت مقدسہ میں دو مبارک ہستیوں کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالے اور رسول کریم ﷺ تو ضمیر تثنیہ ہونی چاہئیے تھی حالانکہ واحد ہے اس کی حکمت مفسرین کرام نے یہی بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بلانا اور حکم دینا، اللہ تعالے کا ہی بلانا اور حکم دینا ہے یعنی ضمیر واحد لاکر حضور ﷺ کی عظمت وشان کو اجاگر کیا گیا ہے کہ انکا بلانا عام نہ سمجھو بلکہ انکا بلانا اللہ تعالے کا ہی بلانا ہے۔

امام قسطلانی یہی حکمت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

وحد الضمیر فی دعاکم ولم یثنیه لان استجابة الرسول کاستجابة الباری جل وعلا۔

دعاکم میں ضمیر واحد لانا اور تثنیہ کی نہ لانا اس لئے کہ حضور ﷺ کا طلب فرمانا ایسے ہی ہے جیسے اللہ جل وعلا کا طلب فرمانا ہے۔

(حاشیہ بخاری، ۲، ۶۶۹)

امام علی بن محمد الخازن فرماتے ہیں۔

انما وحد الضمیر فی قوله تعالے اذا دعاکم لان استجابة الرسول ﷺ استجابة اللّٰه تعالی

اللہ تعالے کے مبارک فرمان، اذا دعاکم میں ضمیر اس لئے واحد لائی گئی ہے کہ آپ ﷺ کا بلانا، اللہ تعالیٰ کا ہی بلانا ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل، ۲: ۱۷۸)

امام عبداللہ بن احمد نے بھی یہی تحریر کیا ہے۔

وحد الضمیر ایضا کما وحد فیما قبله لان استجابة رسول الله صلی الله علیه وسلم کاستجابته (مدارک التنزیل : ۲۷ : ۱۸۸)

یہاں بھی واحد ضمیر لائی گئی ہے جیسا کہ ماقبل آیات میں تھا کیونکہ آپ کا یاد فرمانا اللہ تعالیٰ کے یاد فرمانے کی طرح ہی ہے

نماز بھی نہیں ٹوٹے گی

اللہ تعالیٰ کے مذکورہ حکم نے ہم پر واضح کر دیا ہے کہ اگر آپ ﷺ دوران نماز کسی امتی کو یاد فرمائیں تو نماز چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اب رہا یہ معاملہ کہ نماز باطل ہو جائے گی یا نہیں ؟ کیا واپس آکر نمازی نئے سرے سے نماز ادا کرے گا یا وہیں سے شروع کر دے جہاں چھوڑ کر گیا تھا' تو اس بارے میں ائمہ امت نے تصریح کی ہے کہ نماز باطل نہ ہو گی۔

۱۔ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔

وانه یجب علیه اجابته اذا دعاه ولا تبطل صلوته (الخصائص الکبریٰ' ۲ : ۲۵۳)

آپ طلب فرمائیں تو حاضر ہونا ضروری ہے اور اس سے نماز باطل نہ ہو گی

۲۔ امام احمد بن محمد قسطلانی نماز کے بارے میں کہ باطل ہو گی یا نہیں لکھتے ہیں۔

صرح جماعة من اصحابنا الشافعية وغیرهم انها لاتبطل (المواهب اللدنیه)

ہمارے اصحاب شوافع اور دیگر اہل علم نے تصریح کی ہے کہ نماز باطل نہ ہو گی۔

۳۔ امام زرقانی اختلاف ذکر کرنے کے بعد فیصلہ دیتے ہیں۔

المعتمد فی المذہبین الصحۃ (شرح المواہب للزرقانی ۵: ۳۰۹)

دونوں مذہب میں مختار یہی ہے کہ نماز باطل نہیں بلکہ صحیح رہے گی۔

۴۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس اہم مسئلہ پر نوٹ لکھا ہے۔

مسئلۃ قیل اجابۃ الرسول لا یقطع الصلوہ وقیل دعائہ ان کان لامر لایحتمل التاخیر فللمصلی ان یقطع لاجلہ والظاہر ہوالمعنی الاول والافقطع الصلوہ یجوز لامر دینی ہو یفوت بالتاخیر کالاعمی یقع فی البشرو ہو یصلی لولم تقطہا ولم یرشدہ (المظہری ۴: ۴۶)

منقول ہے کہ آپ کے بلانے پر حاضری سے نماز باطل نہ ہوگی، بعض نے کہا اگر آپ نے ایسے معاملہ میں طلب فرمایا جس میں تاخیر نہیں ہوسکتی تو پھر نمازی کے لئے ضروری ہے وہ نماز چھوڑ کر حاضر ہو جائے لیکن پہلا قول ظاہر ہے کیونکہ ورنہ ہر اس اہم معاملہ کے لئے اس کو چھوڑا جا سکتا ہے جس میں تاخیر کی گنجائش نہ ہو مثلاً نمازی دیکھتا ہے اگر اس نے نماز جاری رکھی اور نابینے کو نہ پکڑا تو وہ کنوئیں میں گر جائے گا تو اب نماز فی الفور چھوڑ دے۔

اہم سبق

اس سے حضور ﷺ کے حکم کی اہمیت بھی اشکار ہوتی ہے جب

حالتِ نماز میں اس کا ماننا اور اس پر نماز قربان کر دینا لازمی ہے تو اس وقت اس کی اہمیت کا عالم کیا ہو گا پس انسان نماز میں نہ ہو اس کی مزید تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''محبت واطاعت نبوی'' کا مطالعہ نہایت ہی مفید رہے گا۔

صحابہ کرام کا معمول

اب آیئے ان لوگوں کا معمول دیکھتے ہیں جنہوں نے براہ راست اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی صحبت سے فیض پایا اور ان کے سینے نگاہ نبوی سے پر نور ہوئے، توحید ورسالت کا مقام اور شرک وبدعت کے معنی سے جتنی آگاہی انہیں حاصل ہوئی کائنات میں ان کا کوئی ثانی نہیں ذرا دیکھئے وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی ذات اقدس پر نماز کو کس طرح قربان وفدا کرتے ہیں۔

مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز

حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے مروی ہے کہ مقام صہبا پر حضور ﷺ نے ظہر کی نماز کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مال غنیمت تقسیم کرنے کے لئے دوسرے مقام پر بھیجا حضرت علیؓ تقسیم غنیمت کے بعد جب بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نماز عصر ادا کر چکے تھے، حضرت علی کی گود میں آپ ﷺ سر اقدس رکھ کر آرام فرما ہوئے اتنے میں وحی کا نزول بھی شروع ہو گیا، حضرت علی نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا، سورج ڈوب گیا، آپ بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا۔

اصلیت یا علی؟ اے علی نماز پڑھ لی ہے؟

عرض کیا آقا ابھی پڑھنی ہے۔ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

اللهم انه كان فی طاعتک وطاعة رسولک فارددعليه الشمس۔ اے اللہ، علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے اس پر سورج کو واپس فرمادے۔

تو سورج پلٹ آیا حضرت علی نے نماز ادا کی پھر سورج اپنے سفر پر رواں دواں ہو گیا۔

امام اہل محبت مولانا احمد رضا خاں قادری کہتے ہیں۔

مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز' اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلی خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے' اور فقط جاں تو جان فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان' انہیں پھیر دی نماز' پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
(حدائق بخشش' ۱۶۶)

ابن تیمیہ وغیرہ نے اس روایت کا انکار کیا ہے کسی نے اسے موضوع اور کسی نے ضعیف کہا' چونکہ قاضی عیاض نے بھی الشفا میں اسے نقل کیا ہے تو بعض لوگوں نے ان پر یہ کہتے ہوئے طعن کیا کہ اتنے بڑے محدث نے نہایت ہی خاموشی سے اسے نقل کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ روایت صحیح نہیں ہے اس کے جواب میں امام زرقانی لکھتے ہیں۔

لاعجب اصلا لان اسناد حديث اسماء حسن كذا اسناد ابی هرير الاتی كما صرح به السيوطی قائلا ومن ثم ہرگز کوئی تعجب نہیں کیونکہ حدیث اسماء کی سند حسن ہے اور اسی طرح آئندہ حدیث ابی ہریرہ کی سند بھی حسن ہے جیسا کہ امام سیوطی نے یہ کہتے ہوئے

صححه الطحاوی والقاضی عیاض وذکره ابن الجوزی نی الموضوعات فاخطاء کما بینته فی مختصر الموضوعات وفی النکت البدیعات انتهی یعنی مما تقرر فی علوم الحدیث ان الحسن اذا اجتمع مع حسن آخر اوتعددت طرقه ارتقی للصحة فالعجب العجائب انما هومن کلام ابن تیمیه هذا لا من عیاض لانه الجاری علی القواعد المعلومة فی الالفیة وغیرها لعفاد الطبة ولذا قال الحافظ فی فتح الباری اخطاء ابن الجوزی بذکره فی الموضوعات وکذاابن تیمیه فی کتاب الرد علی الروافض فی زعم ضعفه

(زرقانی علی المواہب' ۵ : ۱۱۵)

تصریح کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام طحاوی اور قاضی عیاض نے کہا ابن جوزی اسے موضوعات میں ذکر کرنا غلط ہے جیسا کہ میں نے اس غلطی کا رد تفصیلی مختصر الموضوعات اور النکت البدحیات میں کیا ہے "یعنی جب اصول حدیث میں یہ ضابطہ ہے کہ ایک حسن حدیث کے ساتھ دوسری حسن جمع ہو جائے یا حدیث حسن کی سندیں متعدد ہوں تو وہ درجہ صحت پر فائز ہو جاتی ہے سب سے زیادہ تعجب تو ابن تیمیہ پر ہے (جس نے اسے ضعیف قرار دیا) نہ کہ قاضی عیاض پر کیونکہ وہ تو ان قواعد پر قائم ہیں جو الفیہ وغیرہ سے حدیث کے ابتدائی طلبہ کو بھی معلوم ہیں اور اور اسی لئے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا' ابن جوزی نے اس روایت کو موضوعات میں اور ابن تیمیہ نے کتاب الرد علی الروافض میں اسے ضعیف قرار دیکر غلط کیا ہے۔

آگے چل کر اس کی تخریج کرتے ہوئے کہتے ہیں :

قد صححه الطحاوی والقاضی

امام طحاوی اور قاضی عیاض نے اسے صحیح

عیاض فناعیک بهما وخرجه ابن منده وابن شاهین من حدیث اسماء بنت عمیس باسناد حسن وابن مردویه من حدیث ابی هریرة باسناد حسن ایضا ورواه الطبرانی فی معجمه الکبیر باسناد حسن

کہا ہے اگرچہ یہی کافی ہے مگر اس کے ساتھ اس واقعہ کو محدث ابن مندہ اور ابن شاہین نے حدیث اسما کو سند حسن اور ابن مردویہ نے حدیث ابوھریرہ کو بھی سند حسن اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں اسے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(زرقانی ۵، ۱۱۵، ۱۱۶)

رد کرنے والوں کے سامنے اس کی فقط ایک سند ہے

امام محمد بن یوسف شامی مذکورہ حدیث کی تمام اسناد اور ان وارد شدہ اعتراضات کا جواب دینے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو جن لوگوں نے موضوع کہا ان کے سامنے اس کی مذکورہ تمام اسناد نہیں آئیں اگر آجاتیں تو وہ اس حدیث کو موضوع تو کجا ضعیف بھی نہ کہتے۔ ان کے سامنے فقط وہی سند تھی جس میں بعض راوی کذاب تھے جس کی بنا پر انہوں نے اسے موضوع قرار دے دیا۔

الظاهر انه وقع له من طریق بعض الکذابین ولم یقع له من الطرق السابقة والا فالطرق السابقة یتعذر معها الحکم علیه بالضعف فضلاً عن الوضع ولو عرضت اسانیدها لاعترفوا بان للحدیث اصلا

ظاہر یہی ہے کہ ان کے سامنے وہ سند ہے جس کے راوی کاذب ہیں ان کے سامنے مذکورہ اسناد نہیں جن کو سامنے رکھتے ہوئے اس روایت کو موضوع کہنا تو کجا اسے ضعیف کہنا بھی ممکن نہیں تو اگر یہ اسناد ان کے سامنے آجائیں تو وہ اعتراف کرلیں گے کہ اس حدیث کی اصل

ولیس ھو بموضوع — ہے اور یہ موضوع نہیں ہے۔

(سبل الہدی والرشاد' ۹ : ۴۳۸)

امام شامی نے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے اس واقعہ سے متعلق مروی روایات کو جمع کیا اور وارد شدہ اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے سیرت شامیہ میں رقمطراز ہیں۔

ولھذا الحدیث طرق اخری عن اسماء اوردت بعضھا فی کتابی مزیل اللبس عن حدیث ردالشمس — اس حدیث کی اور بھی اسناد ہیں ان میں سے بعض کا تذکرہ میں نے اپنی کتاب مزیل اللبس من حدیث ردالشمس میں کیا ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں :

وتکلمت علی رجالھا فی کتابی مزیل اللبس — اس کے راویوں پر میں نے اپنی کتاب مزیل اللبس میں گفتگو کی ہے۔

(سبل الہدی' ۹ : ۴۳۷)

جب امام طحاوی' قاضی عیاض' حافظ ابن حجر' حافظ قسطلانی' امام زرقانی اور امام شامی جیسے لوگوں نے تحقیق کے بعد اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے تو اب انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ الغرض حضرت علیؓ نے نماز کا قضا کرنا گوارہ کر یا مگر اللہ تعالٰی کے حبیب ﷺ کے آرام میں خلل واقع نہ ہونے دیا۔

صحابہ اور صفوں سے راستہ

حضرت سہل بن ساعد ساعدیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ ایک دن نماز ظہر کے بعد قبیلہ عمرو بن عوف کے درمیان صلح کروانے کے لئے تشریف

لے گئے، نماز عصر کا وقت ہو گیا، حضرت بلالؓ نے اذان دی، سیدنا ابو بکرؓ سے عرض کیا آپ جماعت کروائیں، سیدنا ابو بکر امام بنے صحابہ نے صف در صف آپ کی اقتدا میں نماز شروع کی اتنے میں حبیب خدا ﷺ تشریف لے آئے۔

فجاء رسول اللہ ﷺ والناس فی الصلوۃ — رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے صحابہ نماز میں تھے

صحابہ کی ہر صف نے تالی کے ذریعے اگلی صف کو آپ ﷺ کی آمد پر مطلع کیا، ہر صف والوں نے راستہ چھوڑ دیا۔

فتخلص حتی وقف فی الصف۔ — یہاں تک کہ آپ ﷺ پہلی صف تک پہنچ گئے

سیدنا ابو بکرؓ نے مصلیٰ چھوڑ دیا

سیدنا ابو بکرؓ نہایت ہی انہماک کے ساتھ نماز ادا کیا کرتے تھے اس لئے انہیں آپ کی آمد کا احساس نہ ہوا۔

فلما اکثر الناس التصفیق التفت فرای رسول اللہ ﷺ — جب لوگوں کی تالی کی آواز زیادہ ہوئی تو متوجہ ہوئے تو دیکھا رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے

آپ ﷺ کو دیکھتے ہی مصلیٰ چھوڑ دینے لگے آپ ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

ان امکث مکانک — اپنی جگہ قائم رہو۔

سیدنا ابو بکرؓ نے ہاتھ اٹھا کر حضور ﷺ کی اس کرم نوازی پر اللہ کا شکر ادا کیا اور پھر۔

ثم استأخر ابوبکر حتی استوی — سیدنا ابو بکرؓ پیچھے ہٹ کر صف میں

فی الصف   آگئے۔

حضور ﷺ مصلی امامت پر تشریف لے گئے اور جماعت کروائی نماز سے فارغ ہوتے کے بعد آپ ﷺ نے سیدنا ابو بکرؓ سے فرمایا اے ابو بکرؓ

ما منعک ان تثبت اذا مرتک۔ جب میں نے فرمادیا پھر تم پیچھے کیوں ہٹ گئے ؟۔

میں رسول اللہ کے آگے کیسے کھڑا ہو سکتا ہوں

انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے نہایت ہی شفقت و کرم نوازی فرمائی آپ کا ہر حکم سر آنکھوں پر مگر۔

ما کان لابن ابی قحافة ان یصلی بین یدی رسول اللہ ﷺ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابو قحافہ کا بیٹا رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑا ہو کر نماز۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کو یہ تعلیم دی کہ جب نمازی سے اطلاع کرنی ہو تو مرد سبحان اللہ کہیں اور خواتین ہاتھ پر ہاتھ ماریں۔

(البخاری، باب من دخل یوم الناس)

یہ صرف مصطفےٰ ﷺ ہی کی شان ہے

صحابہ کا صفیں توڑ کر راستہ بنا دینا، سیدنا ابو بکر کا مصلی چھوڑ کر پیچھے آجانا یہ تب ہی ممکن ہے کہ وہ آپ کے ادب و احترام کو ہر شے بلکہ نماز سے بھی زیادہ ضروری تصور کرتے ہوں وہ یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ آپ کی ادنی بے ادبی سے

صرف نماز ہی نہیں ٹوٹے گی بلکہ ایمان اور اللہ تعالیٰ سے رشتہ ٹوٹ جائے گا وہ جانتے تھے اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب ﷺ کا ادب واحترام ہر شے سے بڑھ کر عزیز ہے۔

سیدنا ابو بکرؓ نے جو عمل کیا اور عرض کیا اسے بار بار پڑھیئے اور سوچیئے ہمارے ذہن ودماغ بھی ایسے عمل کے لئے تیار ہیں یا نہیں اگر تیار ہیں تو الحمد للہ اور اگر تیار نہیں تو پھر ایمان پر نظر ثانی کیجئے کیا آپ کی نماز سیدنا ابو بکر سے افضل ہے ؟ کیا آپ شریعت کو ان سے زیادہ سمجھتے ہیں ؟ اتنا ہی سوچ لیجئے اگر یہ عمل خلاف شریعت ہوتا تو صاحب شریعت اسے ہر گز روا قائم نہ رکھتے' جب آپ نے اسے پسند فرمایا اور اسے بر قرار رکھا تو اس کا انکار کرنے والا امتی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ خواہش نفس کا غلام ہو گا۔

ایسا عمل کسی دوسرے کیلئے جائز نہیں

دنیا کی کوئی بھی شخصیت آجائے اسلام اس کے لئے مصلیٰ چھوڑ کر پیچھے آنے کی ہر گز اجازت نہیں دیتا یہ مقام صرف آپ کی ذات اقدس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرما رکھا ہے۔

امام بدر الدین عینی مذکورہ حدیث کی تشریح میں رقمطراز ہیں :

ان ذلک من خصائص النبی ﷺ یہ شان صرف نبی کریم ﷺ کی ہی ہے
ذکر ذلک ابن عبدالبر وادعی ابن عبدالبر آپ کی اس خصوصیت مبارکہ
الاجماع علی عدم جواز کا تذکرہ کر کے فرماتے ہیں اس بات
ذلک لغیرہ قلت لانہ لایجوز پر تمام امت کا اجماع ہے کہ ایسا عمل آپ

التقدم بين یدی النبی ﷺ ولیس لسائر الناس الیوم من الفضل من یجب ان یتاخر له۔

(عمدۃ القاری، ۵ : ۲۱۰)

کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں میں کہتا ہوں حضور ﷺ کے آگے کھڑا ہونا کسی کے لئے جائز نہیں لہذ آج یہ مقام کسی کو حاصل نہیں کہ اس کی خاطر نمازی مصلی چھوڑ کر پیچھے ہٹ جائے۔

نماز جنازہ اور تصور رسول ﷺ

جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو اسلام نے مسلمانوں پر یہ فرض فرما رکھا ہے کہ اس کی نماز جنازہ ادا کریں اور اسے ایک مسلمان کا حق قرار دیا ہے' اس کا مقصد واضح ہے کہ مسلمان اکٹھے ہو کر فوت ہونے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدس میں دعا کریں تاکہ وہ اس کی بخشش و مغفرت کا ذریعہ و سبب بن جائے' حدیث شریف میں موجود ہے جس مسلمان کی نماز جنازہ چالیس مسلمان ادا کریں اس میت کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ جو نماز جنازہ میت کی بخشش کا ذریعہ بن رہا ہے۔ اس کی تفصیل پر ذرا غور کیجئے اس کی چار تکبیرات ہوتی ہیں۔ پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی ثنا کی جاتی ہے دوسری تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی خدمت اقدس میں درود و سلام عرض کیا جاتا ہے اور پھر تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا مغفرت کی جاتی ہے اور چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دیا جاتا ہی۔ حضرت ابو سعید المقبری سے ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نماز جنازہ کا طریقہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

کبرت و حمدت اللہ تعالیٰ

تکبیر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو اور پھر

وصليت علی النبیﷺ حضور ﷺ کی خدمت میں درود و سلام عرض کرو۔

(جلاء الافہام' ۲۲۰)

سوچیے نماز جنازہ جہاں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے مزین ہے وہاں وہ اس کے حبیب پاک ﷺ کے ذکر و سلام پر بھی مشتمل ہے حالانکہ اگر وہ صرف حمد و ثنا اور میت کے لئے دعا مغفرت پر ہی مشتمل ہوتا تو پھر بھی مکمل تھی مگر اللہ تعالیٰ کو وہ عمل پسند نہیں جس میں اس کے حبیب ﷺ کا ذکر نہ ہو اس لئے اس نے حکم دیا کہ نماز جنازہ میں درود و سلام عرض کرو کیونکہ جو دعا اس ذات اقدس ﷺ کے وسیلہ سے آئے گی وہی مقبول ہوگی۔

تصور رسول ﷺ اور سوالات قبر

میت کو قبر میں رکھتے وقت تصور رسول

جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے اس وقت بھی حکم یہ ہے کہ رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور ﷺ کا تذکرہ بھی کریں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا وضعتم موتاکم فی القبر فقولوا بسم اللّٰہ وعلی ملة رسول اللّٰہ ﷺ	جب تم کسی میت کو قبر میں رکھو تو یہ پڑھا کرو اللہ کے نام کے ساتھ اور سول اللہ ﷺ کی ملت پر۔

(مسند احمد، ۲: ۱۰۶)

حضور کا اپنا معمول

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے خود رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول منقول ہے جب آپ ﷺ کسی میت کو قبر میں اتارتے تو یہ کلمات پڑھتے:

باسم اللّٰہ وباللّٰہ وفی سبیل اللّٰہ وعلی ملة رسول اللّٰہ	اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ کے ساتھ اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ ﷺ کی ملت پر۔

(الجامع الصغیر، حدیث ۶۸۱۹)

قبر میں سوالات اور تصور رسول

آیئے آگے بڑھیئے میت دنیاوی زندگی کے بعد جب آخرت کا سفر شروع کرتی ہے تو اس کی پہلی منزل قبر و برزخ ہے وہاں بھی میت سے صرف اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہی سوال نہ ہو گا بلکہ، اس کے حبیب ﷺ کے بارے میں بھی پوچھا جائے اور یہ آخری سوال ہو گا اس کے بعد کوئی سوال نہیں ہو گا جس سے اس

کی اہمیت کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

قبر میں تین سوالات

حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری صحابی کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ قبرستان پہنچے تو ابھی قبر تیار ہونے میں وقت تھا۔

جلس رسول اللہ ﷺ وجلسنا حوله کان علی رؤوسنا الطیر آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے ہم بھی آپ ﷺ کے اردگرد باادب بیٹھ گئے

آپ کے دست مبارک میں لکڑی تھی اسے زمین پر رکھے ہوئے تھے آپ نے سر اقدس اٹھایا اور فرمایا عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو اس کے بعد قبر کے احوال میت سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

تعاد روحه فی جسده فیأتیه ملکان اس کی روح جسم میں لوٹادی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔

جو اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں:

من ربک؟ تیرا رب کون ہے؟

تو اگر مومن ہو تو وہ عرض کرے گا۔

ربی اللہ میرا رب اللہ ہے۔

پھر وہ دوسرا سوال کریں گے۔

مادینک؟ تیرا دین کون سا ہے؟

عرض کرے گا۔

دینی الاسلام　　　　میرا دین، اسلام ہے۔

پھر وہ تیسرا سوال کرتے ہیں۔

ماھذا الرجل الذی بعث فیکم؟　　　　اس شخص کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جنہیں تمہاری طرف مبعوث کیا گیا تھا؟

تو عرض کرے گا۔

ھو رسول اللہ ﷺ　　　　یہ تو اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

وہ پوچھیں گے تجھے یہ کیسے پتہ چلا؟ وہ عرض کرے گا۔

قرأت کتاب اللہ فامنت به وصدقت　　　　میں نے اللہ کی کتاب میں پڑھا اور پھر اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔

پھر آسمان کی طرف سے آواز آئے گی' میرے بندے نے سچ کہا' اس کے لئے جنتی بستر بچھاؤ' اسے جنتی لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دو' پھر جنت سے خوشبوؤں کے حلے شروع ہو جائیں گے' اس کی قبر کو تاحد نظر کشادگی مل جائے گی' اس کے بعد ایک خوبصورت ترین شخص اسکے پاس آئے گا جس سے وہ پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گا۔

انا عملک الصالح　　　　میں تیرے نیک اعمال ہوں۔

بخاری و مسلم کی روایت میں آخری سوال و جواب کے الفاظ یہ ہیں۔

ما کنت تقول فی ھذا الرجل اشھد انه عبداللہ ورسوله (البخاری' ۱: ۸۳'۸۴)　　　　تو اس شخصیت مبارکہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتا تھا؟ مومن کہے گا یہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے اور رسول ہیں۔

ترمذی میں ہے۔

فرشتے کہیں گے ہم جانتے تھے تو یہی جواب دے گا پھر اسے کہیں گے اب تم سو جاؤ وہ کہے گا مجھے اجازت دو۔

ارجع الی اهلی فاخبرهم میں واپس جا کر اپنے گھر والوں کو اطلاع کروں میں کامیاب ہو گیا اور یہ انعامات حاصل ہوتے ہیں پس تم بھی اچھے عمل کرو تا کہ کامیابی نصیب ہو۔ وہ فرشتے کہتے ہیں۔

نم کنوم العروس الذی لایوقظه اب تو اس پہلی رات کی دلہن کی طرح سو الا احب اهلیه الیه جا جسے اس کا محبوب ہی بیدار کرتا ہے۔

(ترمذی)

یہ تیسرا سوال کیوں؟

جب میت نے فرشتوں کو اپنا عقیدہ بتا دیا میرا رب اللہ ہے اس کے بعد دوسرے سوال کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ کیونکہ عیسائی یہودی بھی اللہ کو ماننے والے ہیں۔ اسلئے دوسرا سوال کہ تیرا دین کون سا ہے؟ جب اس کا جواب دیا میرا دین اسلام ہے تو اس سے واضح ہو گیا وہ مسلمان ہے۔ دین اسلام کو ماننے والا ہے اسلام کے علاوہ کسی دین کو تسلیم نہیں کرتا' اب اس کے بعد تیسرے سوال کی گنجائش نہیں رہ جاتی کیونکہ اسلام توحید سے لے کر آخرت تک، تمام عقائد پر مشتمل ہے۔ جب میت نے کہہ دیا میرا دین اسلام ہے تو اس نے اس بات کا اظہار کر دیا میں کتب' فرشتوں اور رسولوں اور آخرت کو ماننے والا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود اس سے تیسرا سوال کیا جا رہا ہے کہ تو آپ ﷺ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتا ہے؟ جو اس حقیقت کو آشکار کر رہا ہے کہ اسلام کے نام لیواؤں میں بھی

مختلف عقائد کے لوگ ہوں گے کچھ ایسے ہیں جو قرآن کو مانتے ہیں مگر صاحب قرآن کو اہمیت نہیں دیتے' سیرت کی رٹ تو لگاتے ہیں مگر ان کے دل آپ کی محبت سے خالی ہیں۔ حتی کہ اگر ان کے سامنے آپ ﷺ کا اسم گرامی القاب کے ساتھ لیا جائے تو انہیں بھاتا نہیں' ایک امتی کے دل میں اپنے آقا ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کا جو مقام ہونا چاہیئے اس سے وہ عاری ہوتے ہیں' کچھ ایسے ہیں جو زبان سے نام تو لیتے ہیں مگر ان کے دل شیطانی قوتوں کا مرکز ہیں' اس لئے تیسرا سوال کیا جائے گا اے فوت ہونے والے یہ واضح کر آپ ﷺ کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟

کیا میت کو وہاں دیدار رسول ہوتا ہے؟

یہاں ایک اہم سوال ہے کیا قبر میں میت کو آپ ﷺ کا دیدار ہوتا ہے اس معاملہ کو سمجھنے کے لئے حدیث میں جن الفاظ سے یہ تیسرا سوال آیا ہے ان پر نظر ڈال لیجئے۔

ما کنت تقول فی ھذا الرجل؟ اس شخصیت کے بارے میں تیرا کیا اعتقاد تھا؟

یا الفاظ ہیں۔

ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم؟ اس شخصیت کے بارے میں کیا کہتا ہے جنہیں تمہارے اندر مبعوث کیا گیا تھا؟

اس سوال کے الفاظ واضح کر رہے ہیں کہ میت کو آپ ﷺ کی ذات گرامی کا مشاہدہ کروا کے پوچھا جاتا ہے تیرا ان کے بارے میں کیا عقیدہ تھا کیونکہ

یہاں اسم اشارہ "ھذا" کا لفظ ہے جو اسی شی کے لئے آتا ہے جو سامنے دیکھی جا رہی ہو۔

نوٹ :۔ اسم اشارہ "ذا" ہی ہے اس پر "ھا" داخل کر دینے کی وجہ سے "ھذا" بن جاتا ہے۔

شیخ ابن حاجب اسماء اشارات پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ذاللقریب وذلک للبعید وذاك للمتوسط — ذا کا اشارہ قریب کے لئے ہوتا ہے ذلک دور کے لئے اور ذاک متوسط کیلئے ہوتا ہے

اسم اشارہ کی تعریف کرتے ہوئے۔ کہا

ما وضع لمشار اليه — جو اسی شی کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔

ان الفاظ کی شرح کرتے ہوئے مولانا عبدالرحمن جامی لکھتے ہیں :

ای لمعنی مشار اليه اشارة حسية بالجوارح والاعضاء لان الاشارة عنداطلاقها حقيقة فی الاشارةالحسية — اس لفظ سے وہی شی مراد ہوتی ہے جس کی طرف حسا جوارح اور اعضاء سے اشارہ کیا جاسکتا ہو کیونکہ اشارہ میں حقیقت یہی ہے کہ وہ حسی ہو۔

(الفوائد الضیائیہ ۲۱۱)

یعنی یہ لفظ اسی شی کے لئے لایا جاتا ہے جو قریب و محسوس ہو اور اسے دیکھا جارہا ہو اور جو دور ہو اور اسے دیکھانہ جارہا ہو اس کے لئے ھذا نہیں لایا جاتا بلکہ ذالک کا لفظ لایا جاتا ہے۔

تو مذکورہ الفاظ حدیث پکار پکار کر کہہ رہے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کے

حبیب ﷺ کا مشاہدہ کروا کے پوچھا جائے گا ان کے بارے میں دنیا میں رہتے ہوئے تیری کیا رائے تھی؟

ائمہ امت نے بھی یہاں ھذا کے اسی حقیقی معنی کو لیا ہے۔

امام حسین بن محمد شافعی آپ ﷺ کی شان علمی پر دلائل فراہم کرتے ہوئے اس حدیث کا تذکرہ کرتے ہیں کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

ان الملکین یقولان للمقبور ماتقول فی ھذا الرجل واسم الاشارة لا یشار به الاالحاضر ھذا ھوالاصل فی حقیقة معناه	فرشتے مدفون سے پوچھتے ہیں تو اس شخصیت کے بارے میں کیا کہتا ہے اور اسم اشارہ موجود اور حاضر کے لئے ہوتا ہے اور یہی اس کا حقیقی معنی ہے۔

مخالفین کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں' یہاں رسول اللہ ﷺ کی ذہنی طور پر موجودگی مراد لینا مناسب نہیں۔

لانا نقول له ماالذی دعاالی التجوز والعدول عن الحقیقة الی ذالک فوجب ان یکون حاضرا بجسده الشریف بلا کلام	کیونکہ یہاں مجازی معنی لینا اور حقیقی معنی سے اعراض کی کیا ضرورت ہے؟ تو اب لازم ہے کہ آپ ﷺ بلا قیل و قال اپنے جسد اطہر سے تشریف فرما ہوں

(رسالہ فی اثبات وجود النبی فی کل مکان' ۴۰)[1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں :

---

[1] اس رسالہ کا بندہ نے ترجمہ کیا ہے جو "ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی" کے نام سے شائع ہو چکا ہے (قادری غفرلہ)

واشارت بھذ لبان حضرت ﷺ یا از جہت شہرت امر و حضور اوست در اذہان اگر چہ غائب است یا باحضار ذات شریف دے در عیاں باینطریق کہ در قبر مثالے از حضرت وی ﷺ حاضر میاختہ باشند تا بمشاھدہ جمال جان افزائی او عقدہ اشکال کہ در کار افتادہ کشادہ شود و ظلمت فراق بنور لقاے او روشن گردد در ینجا بشارتیست مر تا مشتاقان غمزدہ راکہ اگر بر اامید یں شادی جان دھند و زندہ در گور روند جائے آں دارد

ھذا سے یا تو آپ ﷺ کی اس شخصیت کے بارے میں سوال ہے جو انسان کے ذہن میں ہے اگرچہ ذات غائب ہو یا آپ کی ذات اقدس سامنے اس طریق سے ہو کہ فرشتے آپ کی مثال مبارک کی زیارت کروائیں تاکہ اس جمالی جاں افزا سے کام میں آڑے مشکلات دور ہو جائیں ہجر و فراق کی تاریکی آپ کی ملاقات سے روشن ہو جائے' یہ مشتاقان جمال نبوی کے غموں کے ازالہ کی بشارت ہے اگر یہ خوشی وہاں نصیب ہونی ہے تو زندہ در گور ہونے کو جی چاہتا ہے۔

(اشعۃ اللمعات' ۱ : ۱۱۵)

شارح بخاری امام قسطلانی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں :

فقیل ینکشف للمیت حتی یری النبی علیه السلام وھی بشری عظیمة للمؤمن ان صح (القسطلانی' ۳، ۳۹۰)

منقول یہ ہے کہ میت کے سامنے سے حجابات اٹھا دیے جاتے ہیں۔ یہاں تک وہ حضور ﷺ کا مشاہدہ کرتا ہے اور مسلمان کیلئے بہت بڑی خوشخبری ہے اگر یہ قول درست ہے۔

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رقمطراز ہیں :

فتبین بھذا الحدیث ان النبی ﷺ یکون محسوساًلکل مقبور وقریباً منه فان ھذا ھوالمعنی الحقیقی لاسم الاشارہ ولا یحتاج لاثبات الحقیقتة الی قرینة فمن قال انه اشارة الی معلوم ذہنی فعلیه ابراز قرینة صارفة عن ارادة الحقیقة ودونه خرط القتاد (من عقائد اھل السنة، ۳۳۳)

اس فرمان نبوی نے واضح کر دیا حضور ﷺ ہر مدفون کے قریب اور اسے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ اسم اشارہ کا یہی حقیقی معنی ہے اور حقیقی معنی کو کسی قرینہ کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اب جو معلوم ذہنی مراد لے رہا ہے اس کی ذمہ داری ہے وہ اس پر قرینہ بیان کرے کہ یہاں حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہے ورنہ اس کی بات قابل توجہ نہیں ہوگی۔

اہم اقتباس

یہاں ہم امام ابن ابی جمرۃ المتوفی ۶۹۹ھ کا شرح بخاری سے طویل اقتباس پیش کر رہے ہیں جو زیر بحث مسئلہ کے علاوہ متعدد مسائل کا حل بھی پیش کر رہا ہے۔

الوجه العشرون: قوله علیه السلام (یقال ما علمک بھذا الرجل) ھذا الرجل المرادبه ذات النبی ﷺ ورؤیتھا بالعین و فی ھذا دلیل علی عظم قدرة الله تعالیٰ اذ الناس یموتون فی الزمان الفرد فی اقطار الارض علی اختلافھا و بعدھا و قربھا کلھم یراہ علیه السلام قریباً منه لان لفظ ھذا لا

مسئلہ ۲۰: حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے میت سے سوال کیا جائے گا یہ شخصیت کون ہے؟ اس لفظ الرجل سے مراد حضور ﷺ کی ذات اقدس اور اس کی آنکھوں سے زیارت ہے، اس میں قدرت الٰہی کے ہونے پر دلیل ہے کیونکہ ایک ہی وقت تمام کائنات میں زمین کے مختلف گوشوں دور اور قریب لوگ فوت ہوتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام کو یکساں طور پر قریب لگتے ہیں کیونکہ لفظ ھذا کو عرب قریب ہی کے لیے بولتے ہیں۔

مسئلہ ۲۱: اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ ایک وقت میں فوت ہونے والے لوگوں کا متعدد مقامات پر آپ کا دیدار کرنا ممکن نہیں حالانکہ اللہ

تستعمله العرب الا فی القریب الوجه الواحد والعشرون، فی هذا ردٌعلی من یقول بان رؤیة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الزمن الفرد فی اقطار مختلفة علی صور مختلفة لا تمکن لان القدرة صالحة بمقتضی مانحن بسبیله و قد قال علیه السلام من رآنی فی المنام فقد رآنی حقا، فمن یقول بعدم الرؤیة فقد کذب هذا الحدیث و قد حصر القدرة التی لا تنحصر ولا ترجع الی

حدولا الی قیاس الوجه الثانی والعشرون، فیه دلیل لمن یقول بان رؤیة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الزمن الفرد فی اقطار مختلفة سائغة ممکنة فدلیلهم من طریق النقل مانحن بسبیله و دلیلهم من طریق العقل انهم جعلوا ذاته السنیة کالمرآة کل انسان یری فیها صورته علی ماهی علیه من حسن أو قبح والمرآة علی حالتها من الحسن لم تتبدل الوجه الرابع والعشرون، فیه دلیل لماقد مناه

تعالیٰ کی قدرت کے لیے یہ مسئلہ آسان ہے حضور علیہ السلام کا فرمان ہے جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا اب جو قبر میں دیدار نہیں مانتا اس نے اس حدیث کی تکذیب کر ڈالی اور اس نے اس قدرت کو محدود کر دیا جو غیر محدود ہے اور وہ کسی حد اور عقل میں آ ہی نہیں سکتی۔

مسئلہ ۲۲: اس حدیث میں ان کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا دیدار ایک ہی وقت میں روئے زمین کے مختلف علاقوں میں صحیح اور ممکن ہے تو ان کی دلیل نقلی یہ ہی حدیث ہے جس کو ہم بیان کر رہے ہیں اور ان کی عقلی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کامل کو ایک طرح آئینہ قرار دیا ہے (جس میں سارے عالم کا عکس ہے اس لیے) ہر شخص اس مبارک آئینہ میں اپنی صورت جو ہے جیسی ہے، ویسی ہی دیکھتا ہے اچھی ہو یا بری ہو جبکہ آئینہ مبارکہ اپنے حسن و جمال کی حالت پر قائم ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

مسئلہ ۲۴: اس حدیث میں اس بات کی بھی دلیل ہے جو ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ جواہر اپنی ذوات کے اعتبار سے محجوب نہیں ہوتے یعنی ان کے آگے کوئی آڑ یا حجاب حائل نہیں ہوتا اس کی دلیل یہ ہے کہ لوگ سب کے سب اپنی اپنی قبروں میں مٹی کے اندر ہوتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان سے پوچھا جاتا ہے اور مٹی تمام جواہر سے بڑھ کر کثیف ہے اور مرنے والے سب کے سب لوگ اپنی قبروں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بہت ہی قریب دیکھتے ہیں کیونکہ عربی زبان میں

من أن الجواهر لاتحجب بذواتها لان الناس كلهم يرون النبی ﷺ وهم فی بطون الثری و یسألون عنه والثری اکثر کثافة من الجواهر کلها و کلهم یرونه قریباً متدانیاً لان هذا لایستعمل الا للقریب المتدانی الوجه الخامس والعشرون: فیه دلیل علی کرامة الاولیاء فی اطلاعهم علی الاشیاء البعیدة یرونها رؤیة العین قریبة منهم و یخطون الخطوات الیسیرة فیقطعون بها الارض الطویلة لان القدرة التی حکمت بما اخبر فیما نحن بسبیله هی قادرة علی تبلیغهم کل ذالک ولهذا قال بعضهم الدنیا خطوة مؤمن و مثل هذا اطلاعهم علی القلوب مع

کثافة الابدان، وقد حکی عن بعض الفضلاء منهم فی هذا الشان انه اجتمع مع بعض اخوانه بموضع و کان فی القوم رجل من العوام لیس منهم فاطلع بعض اخوانه علی قلب ذلک الرجل فرأی شیئامنه لا یعجبه فخرج عنهم فخرج الیه هذا السید المتمکن فقال له ارجع مارأیت فقدر آه غیرک وان لم یحمل هذا هنا فأین یحمل قدره من طریق الفتوة

(بہجۃ النفوس ۱:۱۲۳)

لفظ ''ھذا'' اسم اشارہ ہے جو بالکل بہت ہی قریب کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے۔ مسئلہ ۲۵: نیز اس حدیث میں کرامت اولیاء کی دلیل بھی ہے کہ وہ بہت دور کی چیزوں کو اپنی آنکھوں سے قریب دیکھتے ہیں اور چند قدم چل کر زمین دور دراز کا سفر طے کر لیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت جس نے زیر بحث مسئلہ سے متعلق کرشمہ کی خبر دی وہ سب کچھ کرسکتی ہے اسی لیے بعض اہل اللہ کا فرمان ہے کہ ساری دنیا مومن کا ایک قدم ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ بدنوں کی کثافت کے باوجود دوسروں کے دلوں کے ارادوں اور سینے کے رازوں سے بھی واقف ہوجاتے ہیں اور منقول ہے ایک اہل اللہ کی مجلس میں ایک عام آدمی بھی

بیٹھا تو اہل اللہ میں سے ایک شخص اس کے دل کے ناپسندیدہ خیالات پر مطلع ہو کر نفرت کرتے ہوئے اس محفل سے اٹھ کر جانے لگا تو وہ اہل اللہ (جس کا بیان ہے) اس کے پیچھے اٹھ کر گیا اسے پکڑ لیا اور کہا کہ مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ فلاں عام شخص کے (جو محفل میں ہے) ناپسندیدہ خیالات سے مطلع ہو کر آئے ہو واپس چلو ان خیالات والوں کو اگر ہم برداشت نہ کریں گے تو کون کرے گا یہی تو جوانمردی ہے کہ ایسے لوگوں کو محافل میں برداشت کیا جائے۔

امام کی گفتگو سے درج ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱۔ایک یہ کہ حضورﷺ ہر ایک کی قبر میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور ہر قبر والا حضورﷺ کو اپنے بہت ہی قریب دیکھتا ہے۔

۲۔دوسری یہ کہ مومن کامل کے لیے دنیا ایک قدم ہے۔

۳۔تیسری یہ کہ اولیاء اللہ لوگوں کے دلوں کے حالات جانتے ہیں۔

۴۔چوتھے یہ کہ اگر کوئی کسی ولی کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دل میں برے خیالات لائے تو ولی اللہ اس پر پردہ ڈالتے ہیں اور برداشت کرتے ہیں ایسے ہو جاتے ہیں جیسے انہیں اس کے دل کے خیالات فاسدہ کا پتہ ہی نہیں ہے۔

ایک متفقہ اور اہم دلیل!

یہ بات مسلمہ طور پر ثابت ہے کہ جب میت کامیاب ہو جاتی ہے تو اس قبر میں ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے جنت کی بے مثل معطر فضاؤں سے وہ تا قیامت محظوظ ہوتی رہتی ہے اور اگر وہ میت ناکام ہو جاتی ہے تو اس کی قبر میں دوزخ کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے اسے تا قیامت عذاب بھگتنا پڑتا ہے۔

سوچئے جنت و دوزخ کہاں اور قبر کہاں' ان کے درمیان کتنی مسافت مگر منکر نکیر کے کھڑکی کھولتے ہی جنت و دوزخ میت کے قریب آجاتے ہیں جنتی میت جنت سے لطف اندوز ہوتا ہے اور دوزخی میت' دوزخ کے عذاب سے پریشان ہوتا ہے اگر جنت و دوزخ کے حجابات اٹھائے جاسکتے ہیں تو کریم آقا اور امتی کے درمیان حجابات اٹھائے جانے پر کون سی پابندی ہے؟

جب اہل محبت و اتباع مذکورہ حدیث پڑھتے ہیں تو وہ اس مقدس تمنا کا اظہار کرتے ہیں کاش جلدی موت آئے اور ہم دیدار مصطفےٰ ﷺ کا شرف پائیں۔

امام اہل محبت مولانا احمد رضا قادری کہتے ہیں :۔

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے، کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

اسی لئے بزرگوں کی موت کے دن کو وصال اور عرس کا دن کہا جاتا ہے کیونکہ انہیں اس دن اپنے محبوب حقیقی، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ سے ملاقات کا شرف نصیب ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے :

تحفة المؤمن الموت　　　　موت مومن کا تحفہ ہے۔

سدنا بلالؓ کے بارے میں ہے 'جب ان کے وصال کا وقت آیا ان کی بیوی اور بچے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے :

واحزناه　　　　ہائے افسوس

انہوں نے فرمایا :۔

واطرباه غداً القى الاحبة محمداً وصحبه　　　　آج تو خوشی کا دن ہے کہ میں اپنے محبوب کریم اور آپ کے صحابہ کی ملاقات شرف پاتے والا ہوں۔

(سیدنا محمد رسول اللہ ۲۱۰)

ہر ایک کا معاملہ مختلف ہے

ان احادیث اور اقوال ائمہ کے مطالعہ کے بعد ذھن اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ کہیں ایسا ہی نہ ہو کہ زیارت نبوی کے حوالے سے ہر میت کا حال مختلف ہوتا ہو۔ بعض ان میں ایسے غلام اور مشاق ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ شفقت فرماتے ہوئے خود تشریف لاتے ہیں، کچھ ایسے ہیں جنہیں حجابات اٹھا کر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا جاتا ہے کچھ ایسے بد نصیب ہیں جنہیں

زیارت کا شرف ہی نہیں ملتا بلکہ ان سے معلوم ذہنی کے بارے میں پوچھا جائے گا' الغرض جو کسی کے عقائد و اعمال ہوں گے اس کے مطابق ہی سوال کیا جائے گا۔

میدان محشر میں زیارت سے محرومی

کیونکہ حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ کچھ لوگوں کو روز قیامت بھی آپ کی زیارت نہیں ہوگی۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے میں حفصہ بنت رواحہ سے سوئی مانگ کر رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سی رہی تھی سوئی میرے ہاتھ سے گر گئی میں نے تلاش شروع کی مگر نہ ملی اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے۔

فتبینت الابرة من شعاع وجهه فضحکت	تو آپ کے چہرہ اقدس کی روشنی کی وجہ سے سوئی مل گئی' اس پر میں ہنس پڑی

آپ نے فرمایا حمیرا ہنسنے کی کیا وجہ ہے ؟ میں نے سوئی ملنے کے بارے میں عرض کیا تو آپ نے بلند آواز سے تین دفعہ فرمایا یا عائشہ

الویل ثم الویل ثلاثا لمن حرم النظر الی هذا الوجه	افسوس افسوس اس شخص پر جو اس چہرے کی زیارت سے ہمیشہ محروم رہا۔

(ابن عساکر' ۱ : ۳۲۵)

یہ روایت واضح کر رہی ہے کہ ہر شخص کو آپ کی زیارت نصیب نہ ہو گی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ ہمیں زیارت سے محروم نہ فرمائے۔

وہاں آپ کو پہچانے گا کون ؟

یہاں کوئی یہ نہ سوچے ہر انسان آپ کو وہاں دیکھتے ہی پہچان لے گا اور

کامیابی نصیب ہو جائے گی، آپ ﷺ کو وہاں وہی پہچانے گا جس کے عقائد و اعمال اچھے ہوں گے، جس نے بھی اللہ اور رسول کے ساتھ محبت و اتباع کا رشتہ قائم کر لیا ہو گا اسے آپ کی پہچان و معرفت نصیب ہو جائے گی اور اگر یہ رشتہ میت کو حاصل نہ ہو گا تو وہاں معرفت کی کوئی صورت نہ ہو گی حتی کہ جن لوگوں نے دنیا میں آپ کو سالہا دیکھا مگر آپ کی غلامی اختیار نہ کی، قبر میں وہ آپ کو نہ پہچان سکے تو اپ کے وصال کے بعد آنے والے لوگ یہ تصور کیسے کر سکتے ہیں کہ ہم بغیر رشتہ غلامی کے آپ کو پہچان لیں گے، سوچئے اللہ تعالیٰ نے کتنا عظیم نظام بنا رکھا ہے کہ جن لوگوں نے آپ ﷺ کی زیارت کا شرف نہیں پایا مگر آپ کی محبت و اتباع کو ذوق و شوق کے ساتھ قبول کیا انہیں فوت ہونے کے بعد آپ ﷺ کی معرفت و پہچان نصیب ہو جائے گی اور اگر دنیا میں دیکھا مگر اتباع نہ کی تو فوت ہوتے ہی پہنچان ختم ہو جائے گی۔

خطبہ اور تصور رسول

جمعہ و عیدین کے خطبات میں جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے وہاں اس میں رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ بھی شامل ہوتا ہے۔ ہر خطیب اپنے خطبہ کو ان دونوں مقدس و مبارک ذوات کی تعریف و ثنا سے مزین اور بابرکت کرتا ہے۔ ابو داؤد اور مسند احمد میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

كل خطبة ليس فيها شهادة فهي كاليد الجذ ما	جس خطبہ میں شہادت توحید و رسالت نہ ہو وہ کٹے ہوئے ہاتھ کی طرح ہوتا ہے۔

(مسند احمد، ۳: ۱۵)

ایک روایت کے مطابق شب معراج اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر جو کرم نوازیاں فرمائیں ان میں سے ایک یہ تھی' فرمایا میں نے آپ کی امت کو امت وسط کا درجہ عطا فرمایا ہے۔

وجعلت امتک لاتجوز لهم خطبة حتى يشهدوا انک عبدی ورسولی	میں نے آپ کو جوامت عطا کی ہے ان کا خطبہ اس کے بغیر جائز نہ ہوگا حتی کہ اس میں وہ یہ اعلان کریں حضور ﷺ اللہ کے بندے
(المعراج الکبیر للامام الغیطی '۴۹)	اور اس کے رسول ہیں۔

حضرت قتادہؓ نے ورفعنا لک ذکرک کی تفسیر ان کلمات سے فرمائی ہے۔

رفع الله ذکره فی الدنیا والاخرة فلیس خطیب ولا متشهد ولا صاحب صلاة الا بتداها (جلاء الافهام، ۲۲۲)	اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر دنیا و آخرت میں اس طرح بلند فرمایا کہ کوئی خطیب اپنا خطبہ اور کوئی نمازی اپنی نماز آپ کے ذکر کے بغیر ادا نہیں کرتا۔

شیخ ابن قیم خطبہ میں شہادت توحید کے ساتھ شہادت رسالت کے بارے میں کہتے ہیں :

هذا هوالواجب فی الخطبة قطعًا بل هورکنها الاعظم	خطبہ میں اس کا تذکرہ قطعی طور پر لازم بلکہ یہ اس کا رکن اعظم ہے۔

(جلاء الافہام، ۲۲۲)

گفتگو اور تصور رسول

صرف خطبہ ہی نہیں بلکہ ہر گفتگو سے پہلے اللہ تعالیٰ کے مقدس و

مبارک نام لینے کے ساتھ اس کے حبیب پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں درود و سلام عرض کرنا چاہیئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كل كلام لايذكر الله فيه	جس گفتگو سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام اور مجھ
فيبدأ به وبالصلاة على	پر درود و سلام نہ ہو وہ ابتر اور ہر برکت
فهو اقطع ممحوق من كل بركة	سے خالی ہوتا ہے۔

(جلاء الافہام، ۲۶۱)

کتب کا خطبہ اور تصور رسول

بحمداللہ علماء امت آپ ﷺ کا تذکرہ فقط خطبہ جمعہ و عیدین میں ہی نہیں کرتے بلکہ اپنی اپنی تصانیف کے خطبوں میں بھی اس مبارک تذکرہ کو نہیں بھولتے' سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے لے کر آج تک کوئی ایسا عالم نہیں جس نے اس کی خلاف ورزی کی ہو' سیدنا ابو بکر صدیقؓ جب خطوط لکھتے تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام لکھا کرتے' آپ نے اپنے گورنر حضرت طریقہ بن حاجز کو جو خط لکھا اس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔

بسم الله الرحمنن الرحيم من	اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے یہ خط
ابى بكر خليفة رسول الله الى	ابو بکر خلیفہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے
طريقة بن حاجز سلام عليک	طریقہ بن حاجز کی طرف ہے تم پہ سلام ہو
فانى احمد اليک الذى لا اله	میں اس ذات اقدس کی حمد کرتا ہوں وہ

الا هو واسأله ان یصلی علی محمد ﷺ (القول البدیع ۲۰۹)	میرے نبی ﷺ پر اپنے شایان شان درود بھیجے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے

من صلی علی رسول الله فی کتاب صلت علیه الملائکة غدوة ورواحا مادام اسم رسول الله ﷺ فی ذلک الکتاب۔ (جلاء الافہام، ۵۷)	جس نے کتاب میں حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھا اور لکھا جب تک اس کتاب میں آپ ﷺ کا مبارک نام رہے گا اس شخص کے لئے صبح وشام فرشتے دعا کرتے ہیں۔

ایک محدث کی بخشش!

شیخ ابو صالح عبداللہ بن صالح سے منقول ہے ایک محدث کو خواب میں دیکھا گیا ان سے پوچھا؟

مافعل االله بک؟	اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا

کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف فرمادیا ہے، عرض کیا اس کا سبب کیا بنا؟ فرمایا:

بصلاتی فی کتبی علی النبی ﷺ (جلاء الافہام، ۵۷)	میں نے اپنی کتب میں جو اللہ کے حبیب ﷺ کے نام کے ساتھ درود شریف لکھا تھا۔

ب وہ میری بخشش کا ذریعہ بن گیا۔

امام سخاوی اس مقدس معمول کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقد مضی علیه عمل الامة فی اقطار الارض من اول ولایة بنی ھاشم ولم ینکر ذلک

حکومت بنو ہاشم سے لے کر آج تک ہر مسلمان حکمران کا یہی معمول رہا اور اس پر کسی نے ہرگز اعتراض ہی نہیں کیا

(القول البدیع' ۲۰۹)

بعد از بسم اللہ تصور رسول

اسلام نے ہمیں ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم دے رکھا ہے' خلفاء راشدین کا یہ معمول ملتا ہے کہ وہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھتے پھر آپ ﷺ کی خدمت میں درودو سلام عرض کرتے۔

امام سخاوی ان کے مبارک معمول کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

اما الصلوٰة علیه بعد البسملة فھو من سنة الخلفاء الراشدین التی امربھا سیدالمرسلین علیه افضل الصلاة والتسلیم

بسم اللہ کے بعد آپ کی خدمت عالیہ میں درودو سلام عرض کرنا خلفاء راشدین کی سنت ہے جس کی اتباع کا حکم خود رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے۔

(القول البدیع' ۲۰۹)

دعا اور تصور رسول

دعا' اللہ اور اس کے بندے کے درمیان مناجات سرگوشی اور راز و نیاز کا درجہ رکھتی ہے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کا دعا کے بارے میں فرمان ہے :

الدعاء مخ العبادة

دعا' عبادت کا مغز ہے۔

دعا کے ذریعے بندہ اپنے مالک و خالق کے سامنے اپنے عجز کا اظہار کر کے

سائل بن کر مانگتا ہے جب بھی کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی مانگے تو جہاں مانگنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے وہاں اس کے حبیب ﷺ کا تذکرہ بصورت درود و سلام کرے تا کہ دعا درجہ قبولیت پر فائز ہو جائے اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا تو اس کی دعا مقام قبولیت تک پہنچ ہی نہیں پاتی بلکہ زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے۔ ترمذی، ابو داؤد اور نسائی میں حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے مروی ہے ہم مسجد میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے ایک شخص نے آکر نماز پڑھی پھر دعا کی۔

اللھم اغفرلی وارحمنی — اے اللہ مجھے معاف فرمادے اور مجھ پر رحم فرما

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے نمازی تو نے جلد بازی سے کام لیا ہے تجھے چاہیئے یہ تھا کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد تسلی سے بیٹھ جاتا۔

فاحمد اللہ بما ھواھلہ وصل علی ثم ادعہ — اللہ تعالیٰ کے لائق حمد و ثنا کرتا اور پھر مجھ پر درود پڑھتا پھر اللہ تعالیٰ سے مانگتا۔

اس کے بعد دوسرا شخص آیا اس نے نماز ادا کی۔

فحمد اللہ وصلی علی النبی ﷺ — اللہ تعالیٰ کی حمد کی، حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھا۔

آپ ﷺ نے اسے فرمایا:

ایھا المصلی ادع تجب (جلاء الافہام، ۲۳) — اے نمازی اب اللہ سے سوال کرو قبول کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن بشرؓ سے منقول ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الدعاء کله محجوب حتی یکون اوله ثناء علی اللہ عزوجل وصلاۃ علی النبی ﷺ ثم یدعو یستجاب لدعائه (جلاء الافہام، ۲۲۶)

دعا تمام کی تمام درجہ قبولیت سے موخر رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی ثنا اور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے اسکے بعد جو دعا کی جائے قبول کی جاتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے حبیب خدا ﷺ نے فرمایا:

صلاتکم علی محررۃ لدعائکم (القول البدیع، ۲۱۳)

میری ذات اقدس پر تمہارا درود وسلام تمہاری دعاؤں کو رجسٹرڈ کروانے کا کام دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی موجودگی میں نماز ادا کی۔ اس کے بعد

بدأت بالثناء ثم الصلاۃ علی النبی ﷺ ثم دعوت لنفسی۔

پہلے اللہ تعالیٰ کی ثنا کی پھر حضور کی خدمت میں سلام عرض کیا اور پھر اپنے لئے دعا کی آپ ﷺ نے سنا تو فرمایا:

سل تعطه سل تعطه (الترمذی)

اب مانگو عطا کیا جائے گا۔ اب مانگو عطا کیا جائے گا۔

حضرت عمرؓ سے منقول ہے۔

ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد منه شئی

دعا زمین وآسمان کے درمیان معلق رہتی ہے اوپر نہیں جاتی یہاں تک کہ امتی

حتی تصلی علی نبیک — اپنے نبی پر صلوۃ وسلام پڑھے

(الترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہے۔

فلیبدأ بحمده والثناء علیه بما هو اهله ثم یصلی علی النبیﷺ ثم یسأل بعد فانه اجد ران ینجح — تو وہ اللہ تعالیٰ کے لائق حمدوثنا کرے پھر حضور علیہ السلام کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرے پھر سوال کرے تو اب کامیابی جلد ہو گی۔

(جلاء الافہام' ۲۲۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دعا سے پہلے درود وسلام کے بارے میں فرمان ہے۔

ما من دعاء الا بینه وبین اللہ حجاب حتی یصلی علی محمدﷺ فاذا صلی علی النبیﷺ انخرق الحجاب واستجب الدعاء واذا لم تصلی علی النبیﷺ لم یستجب الدعا

(جلاء الافہام' ۲۲۶)

ہر دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ ہے یہاں تک کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں درود وسلام عرض کیا جائے' جب آپ علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کر دیا جائے تو وہ پردہ پھٹ جاتا ہے اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں صلوٰۃ وسلام عرض نہ کیا جائے دعا درجہ قبولیت تک نہیں پہنچ پاتی۔

دعا کے اول' وسط اور آخر میں درود و سلام :۔

آپ ﷺ نے اداب دعا کی تعلیم دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا اپنی دعاؤں کی ابتدا، وسط اور آخر میں مجھ پر درود و سلام پڑھو تا کہ تمہاری دعائیں قبول ہوں' حضرت جابر بن عبداللہؓ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اجعلونی فی وسط الدعا وفی اوله وفی آخره	میری ذات اقدس کو اپنی دعاؤں کے وسط اول اور آخر میں لایا کرو۔

(القول البدیع' ۲۱۲)

شیخ ابن قیم نے مذکور روایات ذکر کرنے کے بعد خوب لکھا۔

مفتاح الدعا الصلوة علی النبی ﷺ کما ان مفتاح الصلوة الطهور	دعا کے لئے رحمت دو جہاں ﷺ پر درود و سلام اسی طرح چابی کی حیثیت رکھتا ہے جیسے نماز کے لئے طہارت

(جلاء الافہام' ۲۲۷)

جس کے نام کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں!

آپ نے پڑھ لیا اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے نام کی برکت سے تمام مخلوق کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے' جس کے نام اور ذکر کا یہ مقام ہے ذرا سوچیئے تو سہی جب وہ ہستی خود اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اب بارگاہ خداوندی میں قبولیت کا عالم کیا ہوگا؟ اس کی ایک جھلک ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی زبانی ملاحظہ بھی کر لیجئے۔ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی الطاف و انعامات کو دیکھ کر

حضور کی خدمت میں عرض کیا کرتیں یارسول اللہ۔

ماارى ربك الايسارع فى هواك	میں آپ ﷺ کے رب کو
(البخاری ۲،۶۶،۷)	آپ کی چاہت کو بہت جلدی
	پورا کرتے ہوتے دیکھتی ہوں

مولانا احمد علی سہارنپوری اس حدیث کی شرح میں امام کرمانی کے حوالے سے لکھتے ہیں :۔

اى ماارى الله الا موجدا	میں یہی دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ
لمرادك بلاتاخير منزلا	کی مراد کو بلا تاخیر پورا فرماتا ہے اور
لماتحبه و ترضاه	جو اپ پسند کرتے اور چاہتے ہیں
(حاشیہ بخاری ۲،۶۶۷)	اللہ تعالیٰ اسی پر حکم نازل فرمادیتا ہے

تلبیہ اور تصور رسول ﷺ

حاجی حالت احرام میں بار بار تلبیہ کی صورت میں اپنے خالق کو پکارتا ہے اس کی حمد و ثنا کا اعلان کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنا بھی مستحب ہے حضرت قاسم بن محمد فرمایا کرتے۔

يستحب للرجل اذا فرغ من تلبيته ان يصلى على النبى ﷺ	آدمی جب تلبیہ سے فارغ ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھے۔
(جلاء الافہام،۲۴۰)	

استلام حجر اور تصور رسول ﷺ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے جب وہ حجر اسود کا بوسہ لینے

کا ارادہ کرتے تو پہلے یہ کلمات پڑھتے۔

اللھم ایمانا بک و تصدیقاً بکتابک اتباعاً لسنة نبیک و یصلی علی النبی ﷺ

اے اللہ میں تجھ پر ایمان لایا، میں نے تیری کتاب کی تصدیق کی پھر حضور ﷺ پر درود پڑھتے۔

(القول البدیع، ۱۹۹)

حضرت فاروق اعظم کا اعلان:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انھوں نے دوران طواف حجر اسود سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا میں جانتا ہوں تو پتھر ہے۔

ولو لاانی رأیت رسول اللہ ﷺ قبلک ماقبلک

اگر میں نے تجھے رسول اللہ ﷺ کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا

ملتزم اور تصور رسول ﷺ

ملتزم کعبہ شریف کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ چمٹ کر دعا فرمایا کرتے وہاں کے بارے میں جو ماثورہ دعائیں ہیں ان میں آپ ﷺ سے درود شریف پڑھنا بھی منقول ہے۔ امام محمد شمس الدین سخاوی علیہ الرحمہ، امام نووی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ مقام ملتزم پر یہ کلمات بھی کہیں جائیں۔

اللھم صل وسلم علی محمد و علی آل محمد

اے اللہ حضور ﷺ اور آپ کی آل پر صلوٰۃ و سلام کا نزول فرما

صفا و مروہ اور تصورِ رسول ﷺ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک خطبہ میں فرمایا ہر حاجی صفا پر تکبیر کہے

بین کل تکبیر تین حمد اللہ عزوجل و ثناء علیه وصلاة علی النبی ﷺ و ساله لنفسه و علی المروة مثل ذلک

اور دو تکبیرات کے درمیان اللہ بزرگ و برتر کی حمد و ثنا کرے، حضور ﷺ کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام پڑھے اور اپنے لیے دعا کرے اور مروہ پر بھی یہی عمل کرے۔ (جلاء الافھام، ۲/۸)

امام نافع اپنے استاذ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صفا و مروہ پر معمول کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پہلے وہ تین دفعہ اللہ تعالیٰ کی بصورت تکبیر بڑھائی بیان کرتے۔

ثم یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یدعو ثم یفعل المروۃ مثل ذلک

پھر حضور ﷺ پر درود پڑھتے پھر دعا کرتے اور مروہ پر بھی یوں ہی کرتے

(فضل الصلاۃ علی النبی : ۹۹)

عرفات اور تصورِ رسول ﷺ:

امام سخاوی نے حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے نقل کیا کہ ہمیں مقام عرفات میں حضور ﷺ نے وہاں جن دعاؤں کی تلقین فرمائی۔

ان میں یہ بھی فرمایا۔

ثم یصلی علی النبی ﷺ

پھر حضور پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے

(القول البدیع، ۱۹۹ تا ۲۰۱)

اجتماعات اور تصورِ رسول ﷺ

ہر مجلس واجتماع میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں درود وسلام عرض کرنا مستحب ہے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

زینوا مجالسکم بالصلوۃ علی النبی ﷺ

اپنے اجتماعات کو حضور ﷺ کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام کے ذریعے خوبصورت ومزین کرو۔

(جلاء الافہام، ۲۲۹)

قنوت اور تصورِ رسول ﷺ

بعض احادیث مبارکہ میں دعا قنوت میں بھی حضور ﷺ کی خدمت میں درود وسلام عرض

کرنے کی تعلیم ہے، امام نسائی نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے جو قنوت وتر نقل کی ہے اس میں وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے آخر قنوت میں یہ کلمات کہنے کی بھی تعلیم دی تھی

وصلی اللہ علی النبی ﷺ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ پر رحمتوں کا نزول فرمائے

امام معاذ ابو حلیمہ القاری کے بارے میں منقول ہے۔

کان یصلی علی النبی ﷺ فی القنوت	کہ وہ قنوت میں آپ ﷺ پر درود شریف پڑھا کرتے تھے۔

(القول البدیع، ۱۷۵)

اسی بنا پر شوافع دعا قنوت میں درود شریف کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

خطبہ نکاح اور تصور رسول ﷺ

امام ضحاک کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہمیں آیت صلوٰۃ وسلام ان اللہ و ملائکتہ الآیۃ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا صلوٰۃ وسلام یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کی ثنا فرماتا ہے اور اس نے آپ کے ہر عمل پر عصمت کی بشارت عطا فرما رکھی ہے۔ فرشتے آپ کے لیے دعا کرتے ہیں اے اہل ایمان۔

اثنوا علیہ فی صلاتکم و فی مساجد کم و فی کل موطن و فی خطبۃ النساء فلا تنسوہ	تم اپنی نمازوں، مساجد ہر اہم موقع پر اور خطبہ نکاح میں آپ پر درود شریف پڑھنا نہ بھولنا

(جلاء الافہام، ۲۵۲)

امام نووی خطبہ نکاح میں درود شریف کو مستحب قرار دیتے ہوئے۔

یستحب ان یبدا الخاطب بالحمد للہ الشناء علیہ والصلوۃ علی رسول اللہ ﷺ	خطبہ دینے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے اور پھر اللہ کے رسول پہ درود پڑھے

(الاذکار)

ابو بکر بن حفص کا بیان ہے جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نکاح کا خطبہ دیتے تو پڑھتے۔

الحمد لله و صلى الله على محمد	تمام حمد اللہ کے لیے اور اللہ تعالیٰ حضور پر رحمتیں نازل فرمائے۔

اسی طرح شیخ عمی اپنے والد کے حوالہ سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے خطبہ نکاح دیتے ہوئے پڑھا کرتے۔

الحمد لله ذی العزة و الكبرياء و صلى الله عليه محمد خاتم الانبياء	تمام حمد اللہ کے لیے جو عزت و کبریائی کا مالک ہے اور اللہ تعالیٰ حضور خاتم انبیاء پر درود و سلام نازل فرمائے۔

(القول البدیع، ۲۰۶)

درود و سلام اور تصور رسول ﷺ

ہر مسلمان کے دل کو تصور رسول سے معمور و آباد رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمت اقدس میں ہمیشہ درود و سلام عرض کرنے کی اجازت و حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

ان الله و ملئكته يصلون على النبى يايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما (الاحزاب:۵۶)	بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے اہل ایمان تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام عرض کرو۔

مومن اپنی زندگی کے شب و روز میں جس قدر ممکن ہو آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں صلوۃ و سلام عرض کرے کیونکہ درود و سلام ہی ایسی دولت ہے جس کے صدقہ و بدلہ میں بندے کو اللہ تعالیٰ کا سلام نصیب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سلام پر لاکھ جنتیں قربان،

آپ ﷺ کا مبارک فرمان ہے جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود و سلام پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے دس گناہ معاف فرما کر اس کے دس درجات بلند کرتا ہے، اگر آدمی درود و سلام کو اپنا وظیفہ بنا لے تو اس کی پوری زندگی تصور رسول کی سرشاریوں میں گزرے گی، الغرض اللہ تعالیٰ نے یہ وظیفہ بھی اسی لیے عنایت فرمایا تا کہ مومن کا دل اس کے

محبوب ﷺ کے تصور میں مگن اور آپ کی یاد سے معمور رہے۔

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

موت اور تصور رسول ﷺ:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من کان آخر کلامه لا اله الا الله دخل الجنة (ابوداؤد، کتاب الجنائز)

جس کا آخری کلام (خاتمہ) لا الہ الا اللہ پر ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

تمام اہل علم نے تصریح کی ہے کہ یہاں توحید کے ساتھ رسالت بھی مراد ہے۔

حضرت ملا علی قاری، شیخ میرک کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ "لا الہ الا اللہ" کلمہ ایمان کا عنوان ہیں اس لیے یہاں دونوں (اللہ و رسول) پر ایمان مراد ہے۔

المراد مع قرينته فانه بمنزلة علم لكلمة الايمان كانه قال من امن بالله و رسوله فى الخاتمة دخل الجنة (المرقاة،۴:۸۸)

یہاں توحید کے ساتھ ساتھ رسالت بھی مراد ہے کیونکہ لا الہ الا اللہ، کلمہ ایمان کا عنوان وعلم ہے گویا آپ نے یہ فرمایا ہے جس کا خاتمہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کی حالت میں ہوا وہ جنتی ہے۔

باب ٦

لا اله الا للہ

سے توحید و رسالت مراد ہیں

اس سے یہ بھی آشکار ہو رہا ہے کہ یہاں ''لا الہ الا اللہ'' کا تذکرہ ہوگا وہاں محمد رسول اللہ ﷺ از خود مراد ہوگا کیونکہ یہ الفاظ علم وعنوان کے طور پر آتے ہیں۔ بعض بدنصیبوں نے اس سے صرف ذکر توحید ہی مراد لیتے ہوئے رسالت کے اعلان سے منع کیا تو اہل علم نے سختی سے ان کی تردید کی تفصیل کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد ۹ باب الجنائز سے ایک تفصیلی فتویٰ ملاحظہ کر لیجئے۔

مسئلہ ا

از پٹنہ ڈاکخانہ گلزاری باغ محلہ ترپولیہ متصل ہسپتال زنانہ، مرسلہ باقر علی حکاک۔ رجب ۱۳۲۹ھ مع فتوائے عبدالحکیم پٹنوی کہ وقت مرگ صرف لا الہ الا اللہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس کا پچھلا کلام لا الہ الا اللہ ہو تو وہ جنت میں گیا، یہاں بھی محمد رسول اللہ نہیں فرمایا، تو اگر لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کا لفظ بڑھایا جائے تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے خلاف ہونے کے سبب برا اور منع ہوگا۔ الجیب عبدالحکیم صادق پوری۔

اس کے رد میں مولانا عبدالواحد صاحب مجددی رام پوری کا رسالہ ''وثیقہ بہشت'' اس کے ساتھ تھا، تحریر فقیر بر ''وثیقہ بہشت۔''

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللھم لک الحمد۔ اللہ عزوجل خیر کے ساتھ شہادتین پر موت نصیب کرے۔ وقت مرگ بھی پورا کلمہ طیبہ پڑھنا چاہیے۔ جو اسے منع کرتا ہے مسلمان اس کے اغوا و اضلال پر کان نہ رکھیں کہ وہ شیطان کی اعانت چاہتا ہے۔ امام ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں کہ دم نزع دو شیطان، آدمی کے دونوں پہلو پر آکر بیٹھتے ہیں ایک اس کے باپ کی شکل بن کر دوسرا ماں کی۔ ایک کہتا ہے وہ شخص یہودی ہو کر مرا تو یہودی ہو جا کہ یہود وہاں بڑے چین سے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے وہ شخص نصرانی گیا تو نصرانی ہو جا، نصاریٰ وہاں بڑے آرام سے ہیں۔ (المدخل لابن الحاج، فصل المحتضر، ۳:۲۴۱)

اس سے یہ بھی آشکار ہو رہا ہے کہ یہاں ''لا الہ الا اللہ'' کا تذکرہ ہوگا وہاں محمد رسول اللہ ﷺ از خود مراد ہوگا کیونکہ یہ الفاظ علم وعنوان کے طور پر آتے ہیں۔ بعض بدنصیبوں نے اس سے صرف ذکر توحید ہی مراد لیتے ہوئے رسالت کے اعلان سے منع کیا تو اہل علم نے سختی سے ان کی تردید کی تفصیل کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد ۹ باب الجنائز سے ایک تفصیلی فتویٰ ملاحظہ کر لیجئے۔

مسئلہ ا

از پٹنہ ڈاکخانہ گلزاری باغ محلہ ترپولیہ متصل ہسپتال زنانہ، مرسلہ باقر علی حکاک۔ رجب ۱۳۲۹ھ مع فتوائے عبدالحکیم پٹنوی کہ وقت مرگ صرف لا الہ الا اللہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس کا پچھلا کلام لا الہ الا اللہ ہو تو وہ جنت میں گیا، یہاں بھی محمد رسول اللہ نہیں فرمایا، تو اگر لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کا لفظ بڑھایا جائے تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے خلاف ہونے کے سبب برا اور منع ہوگا۔ المجیب عبدالحکیم صادق پوری۔

اس کے رد میں مولانا عبدالواحد صاحب مجددی رام پوری کا رسالہ ''وثیقہ بہشت'' اس کے ساتھ تھا، تحریر فقیر بر ''وثیقہ بہشت۔''

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللھم لک الحمد ۔اللہ عزوجل خیر کے ساتھ شہادتین پر موت نصیب کرے۔ وقت مرگ بھی پورا کلمہ طیبہ پڑھنا چاہیے۔ جو اسے منع کرتا ہے مسلمان اس کے اغوا واضلال پر کان نہ رکھیں کہ وہ شیطان کی اعانت چاہتا ہے۔ امام ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں کہ دم نزع دو شیطان، آدمی کے دونوں پہلو پر آکر بیٹھتے ہیں ایک اس کے باپ کی شکل بن کر دوسرا ماں کی۔ ایک کہتا ہے وہ شخص یہودی ہو کر مرا تو یہودی ہو جا کہ یہود وہاں بڑے چین سے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے وہ شخص نصرانی گیا تو نصرانی ہو جا، نصاریٰ وہاں بڑے آرام سے ہیں۔ (المدخل لابن الحاج، فتنۃ المحتضر، ۳: ۲۴۱)

علمائے کرام فرماتے ہیں شیطان کے اغوا سے بچانے کے لیے محتضر کوتلقینِ کلمہ کا حکم ہوا۔ ظاہر ہے کہ صرف لا الہ الا اللہ اس کے اغوا کا جواب نہیں، لا الہ الا اللہ تو یہود و نصاری بھی مانتے ہیں، ہاں وہ کہ جس سے اس ملعون کے فتنے مٹتے ہیں محمد رسول اللہ کا ذکر کریم ہے صلی اللہ علیہ وسلم، یہی اس کے ذریات کے بھی دل میں چبھتا جگر میں زخم ڈالتا ہے، مسلمان ہرگز ہرگز اسے نہ چھوڑیں اور جو منع کرے اس سے اتنا کہہ دیں کہ ''گر بتو حرام است حرام باد'' (اگر یہ تجھ پر حرام ہے تو حرام رہے)

مجمع بحارالانوار میں ہے۔

سبب التلقین یحضر الشیطان لیفسد عقده والمراد بلا الہ الا اللہ الشهادتان. (مجمع بحارالانوار، تحت لفظ لقن)

تلقین کا سبب یہ ہے کہ اس وقت شیطان آدمی کا ایمان بگاڑنے آتا ہے اور لا الہ الا اللہ سے پورا کلمہ طیبہ مراد ہے۔

فتح القدیر میں ہے۔

المقصود منه التذكير في وقت تعرض الشيطان

تلقین سے مقصود تعرض شیطان کے وقت ایمان کا یاد دلانا ہے۔

(فتح القدیر، باب الجنائز،)

اسی طرح تبیین الحقائق اور فتح اللہ المبین وغیرہ میں ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں علامہ میرک سے ہے۔

من كان اخر كلامه لا الہ الا اللہ المراد مع قرينته فانه بمنزلة علم لكلمة الايمان

حدیث میں فرمایا کہ جس کا پچھلا کلام لا الہ الا اللہ ہو اس سے مراد پورا کلمہ طیبہ ہے کہ لا الہ الا اللہ گویا اس کلمۂ ایمان کا نام ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ باب مایقال عندمن حضرہ الموت)

درر غرر میں ہے۔

يلقن بذكر شهادتين عنده لان الاولى لا تقبل بدون الثانية

(درر شرح غرر ملاخسرو، باب الجنائز)

کلمہ طیبہ کے دونوح جز، میت کو تلقین کئے جائیں اس لیے کہ لا الہ الا اللہ بے محمد رسول اللہ کے مقبول نہیں۔

غنیہ ذوی الاحکام میں اس پر تقریر فرمائی، تنویر الابصار میں ہے۔

يلقن بذكر الشهادين

دونوں شہادتیں تلقین کی جائیں۔

(تنویر الابصار، باب صلوٰۃ الجنائز)

درمختار میں ہے۔

لان الاولى لاتقبل بدون الثانية

کہ پہلی بے دوسری کے مقبول نہیں

(درمختار شرح تنویر الابصار، باب صلوٰۃ الجنائز)

مختصر القدوری میں ہے۔

لقن الشہادتین

پورا کلمہ سکھایا جائے

(المختصر للقدوری، باب الجنائز)

جوہرہ نیرہ میں ہے۔

لقوله صلى الله عليه وسلم لقنوا موتاكم شهادة ان لا اله الا الله وهو صورة التقلين ان يقال عنده فى حالة النزاع جهراً وهو يسمع اشهدان لا اله الا الله واشهدان محمدا رسول الله

(جوہرہ نیرہ، باب الجنائز: ۱:۱۲۳)

اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے اموات کو لا الہ الا اللہ کی شہادت یاد دلاؤ اور اس یاد دلانے کی صورت یہ ہے اس کی نزع میں اس کے پاس ایسی بلند آواز سے کہا جائے کہ وہ سنے اشهدان لا اله الا الله و اشهدان محمد ارسول الله۔

مجمع الانہر میں ہے۔

ويلقن الشهادة فيجب على اخوانه و اصدقائه ان يقولوا عنده كلمتى

میت کو شہادت سکھائیں اس حکم سے اس کے عزیزوں دوستوں پر واجب (نہایت مؤکد)

الشهادة قال النبی ﷺ من کان اخر کلامه لا اله الا الله دخل الجنة (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، باب صلٰوۃ الجنائز)

ہے) کہ دونوں شہادتیں اس کے پاس پڑھیں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ دونوں شہادتیں اس کے پاس پڑھیں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس کا اخیر کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں جائے

بحر الرائق میں ہے۔

لقن الشهادة بان يقال عنده لا اله الا الله محمد رسول الله
(بحر الرائق، کتاب الجنائز)

میت کو شہادت کی تلقین کریں یوں کہ اس کے پاس لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیں۔

شرح الکنز لملا مسکین میں ہے۔

(لقن) المحتضر (الشهادة) و هی ان يقول اشهدان لا اله الا الله و اشهدان محمدا عبده و رسوله
(شرح الکنز لملا مسکین علی حاشیۃ فتح المعین، باب الجنائز)

دم نزع شہادت کی تلقین کریں اور شہادت یہ ہے کہ اشهدان لا اله الا الله و اشهدان محمدا عبده و رسوله کہیں

کافی شرح وافی میں ہے۔

لقن الشهادة ای قول اشهدان لا اله الله واشهدان محمدا عبده وسلم لقنوا موتا کم شهادة ان لا اله الا الله

شہادت کی تلقین کریں اور شہادت یہ ہے کہ اشهد ان لا اله الا الله و اشهدان محمد اعبده و رسوله اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے میت کو تلقین شہادت کا حکم فرمایا ہے۔

جامع الرموز میں ہے۔

اشار فی الکافی والمضمرات الی

کافی و مضمرات میں اشارہ فرمایا کہ شہادت

ان المراد من الشهادة اشهدان لا اله الا الله واشهدان محمدا عبده ورسوله'

سے مراد پوراکلمۂ شہادت ہے۔

(جامع الرموز،فصل الجنائز)

حلبہ امام ابن امیر الحاج میں ہے۔

ولقن شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله بان يقال عنده وهو يسمع ولا يقال له قل و اذا قالهما لا يلح عليه بتكرير هما اذالم يخض فى كلام اخر لمخافة تبرمه

(حلبۃ المحلی شرح منیۃ المصلی)

میت کولا اله الا الله محمد رسول الله کی تلقین کریں یوں کہ خود اس کے پاس پڑھیں کہ وہ سن کر پڑھے،اور یوں نہ کہیں کہ کہہ،اور جب وہ دونوں جز کلمہ کے کہہ لے تو اس سے دوبارہ کہنے کا اصرار نہ کریں کہ کہیں اکتا نہ جائے ہاں کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی اور بات اس نے کی تو پھر تلقین کریں کہ آخر کلام لا اله الا الله محمد رسول الله ہو۔

مستصفی میں ہے۔

لقن الشهادتين لا اله الا الله محمد رسول الله

(ردالمختار بحوالہ المستصفی،باب صلوٰۃ الجنائز)

دونوں شہادتیں تلقین کی جائیں لا الـــہ الا الله محمد رسول الله ﷺ

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

لقنوا موتاكم لا اله الا الله تلقین کنید مردہائے خود را یعنی آنہا کہ نزدیک بمردن رسیدہ اند کلمہ طیبہ را

(اشعۃ اللمعات ۱:۶۶۰)

اپنے مردوں کو جو مرنے کے قریب پہنچ گئے انہیں کلمہ طیبہ یاددلاؤ۔

غرض نقل مستفیض سے ہے اور مسئلہ واضح اور اسلامی نگاہ میں شیطانی قول خود اپنے قائل کا فاضح،ہاں بعض متاخرین شافعیہ نے کہا ہے کہ صرف لا الـه الا الـلـه کہنے پر ثواب موعود مل جائے گا،معاذاللہ وہ بھی یہ نہیں کہتے کہ مرتے وقت محـمـد رسـول الـلـه کہنا منع ہے یہ

ممانعت محض مردود و مطرود اور خلاف اجماع ہے۔

فالعلامة الشرنبلالی من متأخری علمائنا مع تقریره الدرر علی ما قدمناه اجاب عن تعلیلها ان الاولی لا تقبل بدون الثانية تبعالا بن الحجر المکی من متأخری الشافعية ان الکلام فی المسلم اقول انه مسلم و لا تطلب منه انشاء ایمان لم یکن، بل تذکیر ما کان و حفظه عن افساد الشیطان و تلک الشهادتان بحسب ان تصان لان الاولی لا تقبل بدون الثانية قال الشافعی قلت وقد یشیر الیه ای الی

ہمارے علمائے متاخرین میں سے علامہ شرنبلالی نے الدرر میں مذکورہ حکم دونوں شہادتوں کی تلقین ،کوتو برقرار رکھا مگر اس میں حکم کی جو علت ذکر کی گئی ہے کہ ''لا الہ الا اللہ بغیر محمد رسول اللہ کے مقبول نہیں'' اس کا شافعی متاخر عالم ابن حجر مکی کی تبعیت ، میں جواب دیا کہ ''کلام مسلمانوں کے بارے میں ہے،اقول ہمیں تسلیم ہے کہ وہ مسلمان ہے اور اس سے یہ مطالبہ نہیں کہ تیرے پاس ایمان نہ تھا،تو ایمان لا ، بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ اس کے پاس جو ہے اسی کی یاد دہانی کی جائے اور اسے شیطان کی فساد کاری سے بچایا جائے اور دونوں شہادتوں کا

الافراد تعبیر الهداية والوقایه والنقاية والکنز بتلقین الشهادة اقول الشهادة اسم جنس فیشمل الشهادتین الاتری الی الامام النسفی صاحب الکنز عبر فی اصله الوافی بما عبر فیه ثم فسره فی شرحه الکافی بالشهادتین و کذلک فی البحر الرائق والمضمرات و جامع

تحفظ ضروری ہے اس لیے کہ پہلی ، دوسری کے بغیر مقبول نہیں ۔ابن حجر شافعی کہتے ہیں میں کہتا ہوں ہدایہ، وقایہ، نقایہ اور کنز الدقائق میں تلقین ''شہادت'' کے الفاظ ہیں ''الشہادتین'' نہیں ۔ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ ایک ہی شہادت سے کام ہو جائے گا۔اقول لفظ شہادۃ اسم جنس ہے اس لیے یہ شہادتین کو بھی شامل ہے۔دیکھئے کنز الدقائق کے مصنف امام نسفی

الرموز و مجمع الانهر ولملا مسکین کما سمعت و من الدلیل علیہ ان نقل فی البدایۃ نظم القدوری و قدثنی فعلم ان المفرد فیہ کالمثنی،

(ردالمختار، بحوالہ ابن حجر الشافعی، باب صلوٰۃ الجنائز)

نے جس طرح کنز میں شہادۃ بلفظ مفرد لکھا اسی طرح اس کی اصل ''وافی'' میں بھی لکھا۔ مگر اس کی شرح ''کافی'' میں اس کی تفسیر ''شہادتین'' سے فرمائی اسی طرح البحرالرائق، مضمرات، جامع الرموز، مجمع الانہر، اور شرح ملا مسکین میں بھی شہادت کی تفسیر میں پورا کلمہ ذکر ہوا جیسا کہ ان سب کی عبارتیں گزریں، اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ھدایہ میں قدوری کی عبارت نقل ہوئی ہے قدروی میں ''شہادتین'' تھا۔ ہدایہ میں ''شہادۃ'' رکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ اس میں مفرد بھی تثنیہ (دوہی) کا معنی رکھتا ہے۔

یہاں علامہ محقق محمد سنوسی پھر علامہ ابراہیم بیجوری رحمہا اللہ تعالیٰ کا ایک نفیس و جلیل کلام قابل حفظ ہے۔ باجوری شرح رسالہ فضالیہ میں فرماتے ہیں۔

اعلم انہ لا بد بعد قول الذاکر لا الہ الا اللہ ان یقول محمد رسول اللہ لاجل ان یحفظ بذلک مایحصل لہ من نور التوحید

یہ ذہن نشین رہے کہ ذاکر جب لا الہ الا اللہ کہے تو اسے محمد رسول اللہ کہنا بھی ضروری ہے تاکہ اسے جو نور توحید حاصل ہوا وہ محفوظ ہو جائے۔

و عبارۃ السنوسی من شرح الصغری مصرحۃ بذلک حیث قال، ولما ابتھج قلبہ بنورا لحقیقۃ

شرح صغریٰ میں علامہ سنوسی کی عبارت اس سلسلے میں صاف اور صریح ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں، لا الہ الا اللہ کہنے سے ذاکر کے

وكان الانتفاع بها موقوفاً على
القيام برسوم الشريعة، وذلك لا
يكون الا بالادمان على ذكر
صاحبها المبلغ لها عن الله تعالىٰ
سيدنا محمد صلى الله تعالىٰ عليه
وسلم احتاج الذاكر بعد كلمة
التوحيد الدالة على الحقيقة باثبات
رسالة سيدنا محمد صلى الله تعالىٰ
عليه وسلم ليحفظ نور توحيده
بادخاله فى منيع حرز الشريعة فلهذا
يقول الذاكر لا اله الا الله محمد
رسول الله و هكذا ينبغى فى كل
ذكر من اذكار الله تعالىٰ ان لايغفل
اليمؤمن فيه عن ذكر سيدنا محمد
صلى الله عليه وسلم فاما ان يصلى
عليه اثره اويقر بر سالة مع الصلوة
عليه صلى الله عليه وسلم و تعظيمه
والتمسک باذيا له ﷺ اذهو ﷺ
باب الله الاعظم الذى لاينال كل
خير دنيا و اخرى الا بالتعلق به ﷺ
فمن غفل عن ذكره ﷺ
والتمسک به ﷺ لم ينل مقصوده
وكان مرمياًبه فى سجن القطعية

دل میں نور حقیقت کی بہجت تو آ گئی مگر اس
سے نفع یابی آداب شریعت کی بجا آوری پر
موقوف ہے۔ اور اس ادب کی بجا آوری کی
صورت یہی ہے۔ کہ اس کلمہ والے آقا جو
اسے خدائے برتر کے نمائندہ کے طور پر تبلیغ
فرمانے والے ہیں، سیدنا محمد ﷺ ان کا ذکر
پاک جاری رکھے۔ اس لیے حقیقت پر
دلالت کرنے والے کلمۂ توحید کو کہہ لینے کے
بعد ضرورت ہے کہ ذاکر ہمارے آقا محمد ﷺ
کی رسالت کا بھی اثبات کرے تا کہ شریعت
کی مضبوط پناہ میں لا کر اپنے نور توحید کو
محفوظ رکھ سکے۔ اسی لیے ذاکر کہتا ہے لا الہ الا
اللہ محمد رسول اللہ، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اذکار
میں سے کسی بھی ذکر میں مومن کو سیدنا محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے غافل نہیں ہونا
چاہیے۔ خدا کے ذکر کے بعد سرکار پر درود
بھیجے، یا ان کی رسالت کا اقرار کرے ساتھ ہی
آقا ﷺ پر درود کی ادائیگی، تعظیم کی
بجا آوری، اور سرکار اقدس ﷺ کے دامن
پاک سے وابستگی بھی رکھے۔ اس لیے کہ حضور
ﷺ خدائے برتر کے عظیم ترین باب اور
ذریعہ ہیں کہ دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی ان
سے وابستگی کے بغیر دستیاب نہ ہوگی اس لیے

محرومًابه من خير الدنيا والاخرة وسيدنا محمد فهو دليل الخلق الى الله تعالىٰ فكيف يصل الى الله تعالىٰ من غفل عن دليله وقد قال بعض من طبع الله على قلبه ممن يعاطى التصوف و ليس هو من اهله مقالة قريبة من الكفرا وهى الكفر بعينه ان الاكثار من ذكر النبى ﷺ حجاب عن الله تعالىٰ و سبک بعض الضالين مثل هذا العبارة فقال اذا افرد التهليل عن اثبات الرسالة كان ابلغ و اسرع فى تاثير معنى التوحيد واحتج لضلاله و تسويل شيطانه بان قال للتهيل معنى ولاثبات الرسالة معنى واذا اختلف المعانى على الباطن ضعف التاثير و بعدت الثمره قال وانما يحتاج الى وصل الذاكرين عند الدخول فى الاسلام قال بعض الائمة الراسخين فى العلم رضى الله تعالىٰ عنهم وهذا المقالة والعياذ بالله من الفتن التى لامورد لها الا النار ولا عقبى لها سوى دار البوار و ما ذلک الا مكرو استدراج الى رفض الشريعة و الانحلال من رقبتها و تعطيل رسومها ولو علم هذا الضال ما تحت قول محمد

جو سرکار اقدس ﷺ نے ذکر پاک اور حضور ﷺ کا دامن تھامنے سے غافل ہوا وہ نامراد رہا اور اسے دنیا و آخرت کی بھلائی سے محروم کر کے بے تعلقی کے قید خانے میں ڈال دیا گیا، ہمارے آقا ﷺ ہی تو خدائے برتر کی جانب مخلوق کے رہبر ہیں، جو اپنے رہبر ہی سے غافل ہوا اسے خدائے تعالیٰ تک رسائی کیسے حاصل ہو گی ایک ایسے شخص نے جس کے دل پر خدا نے مہر کر دی ہے، جو تصوف کا شغل رکھتا ہے حالانکہ وہ اہل تصوف سے نہیں کفر سے قریب یا بعینہ کفر کی بات کہی ہے کہ نبی ﷺ کا زیادہ ذکر کرنا خدائے تعالیٰ سے حجاب بن جاتا ہے۔ اور ایک گم راہ نے اسی طرح کی بات تراشتے ہوئے کہا ہے کہ صرف لا الہ الا اللہ کہا جائے اور محمد رسول اللہ نہ کہا جائے تو یہ معنی توحید کی تاثیر میں زیادہ بلیغ اور زیادہ تیز ہوتا ہے۔ وہ اپنی اس گمراہی اور شیطان کی ملمع کاری پر یوں استدلال کرتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا معنی اور ہے محمد رسول اللہ کا معنی اور، جب باطن پر مختلف معانی کا ورود ہوتا ہے تو تاثیر کمزور ہو جاتی ہے اور ثمرہ دور جا پڑتا ہے توحید اور اثبات رسالت دونوں کو ملانے کی ضرورت صرف اس وقت ہے جب اسلام میں داخل ہو رہا ہو۔ علم میں راسخ بعض ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فرمان ہے کہ خدا کی پناہ، یہ کلام ان فتنوں سے ہے جن کا ٹھکانا صرف دوزخ ہے

رسول اللہ ﷺ من الاسرار التوحیدیة والحکم الالوھیة لانفشح عن ذلک العمی فاصاب المرمی واللہ تعالیٰ اعلم.
(فتاویٰ الرضویہ،۹:باب الجنائز)

اور جن کا انجام صرف تباہی و بربادی ہے۔ یہ شریعت کو چھوڑنے، اس کا قلادہ گردن سے اتار پھینکنے، اور آداب شرع سے بے قیدی کی جانب شیطان کی مکاری اور استدارج کے سوا کچھ بھی نہیں، اگر اس گمراہ کو خبر ہوتی کہ کلمۂ محمد رسول اللہ ﷺ کے تحت توحید کے اسرار اور الوہیت کے رموز حکمت کیا کیا ہیں، تو وہ اس اندھے پن سے نکلتا اور گوہر مراد کو ہاتھ میں لیتا واللہ تعالیٰ اعلم۔

تلقین اور تصور رسول ﷺ

ایمان پر خاتمہ کے لیے جو ذرائع واسباب بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک تلقین میت بھی ہے حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لقنوا موتا کم لا الہ الا اللہ (مسلم)

اپنی اموات کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو

یہاں بھی صرف توحید ہی مراد نہیں بلکہ پورا کلمہ طیبہ مراد ہے۔

حضرت ملا علی قاری اس روایت کے تحت لکھتے ہیں۔

ای ذکروا من حضرہ الموت منکم بـمـمة التوحید او بکلمتی الشھادۃ بان تتلفظوا بھا او بھما عندہ لا ان تأمروا بھا (بحر الرائق،۲:۷۰)

میت کے پاس موجود لوگ کلمہ توحید یا کلمہ شہادت کا ورد کریں البتہ اس میت کو پڑھنے کا نہ کہیں۔

تلقین کی تشریح کرتے ہوئے امام ابن نجیم رقمطراز ہیں۔

بان یقال عندہ لا الہ الا اللہ محمد

بایں طور کہ اس کے پاس لا الہ الا اللہ محمد رسول

رسول الله — اللہ کا ورد کیا جائے۔

(بحرالرائق،۲:۷۰)

صورت تلقین سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان یقال عنده فی حالة النزاع جهراً وهو یسمع اشهدان لا اله الا الله واشهدان محمدا رسول الله.
(جوہرہ نیرہ،۱:۱۲۳)

حالت نزع میں اتنی آواز سے کہ میت سن رہا ہو یہ پڑھیں میں اعلان کرتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

امام ابن امیر الحاج نے بھی اس طرح کی تصریح کی ہے۔

لقن شهادة ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله بان یقال عنده وهو یسمع ولا یقال له قل.
(فتاوی رضویہ،۹:۸۶)

اسے توحید و رسالت کی تلقین کرتے ہوئے پڑھا جائے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور اللہ کے رسول ہیں بایں طور پر کہ اس کے پاس اس طرح پڑھیں کہ میت سن رہا ہو لیکن اسے پڑھنے کے لیے نہ کہیں۔

سورۂ یٰس کی تلاوت اور تصور رسول ﷺ

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اقرأ و اسورة یس علی موتاکم
(مسند احمد،۲۳:۲۰۳)

آپ اموات پر (موت کے وقت) سورۂ یٰس کی تلاوت کیا کرو

اب ذرا اس سورۂ مبارکہ کے ابتدائی الفاظ پڑھیں۔یسن و القرآن الحکیم انک لمن المرسلین۔

یہ مبارک الفاظ فقط تصور رسول ﷺ پر ہی مشتمل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو آپ ﷺ کو مقام و عظمت حاصل ہے اس کو بھی بیان کر رہے ہیں۔

توبہ اور تصور رسول ﷺ:

جب کوئی مسلمان آپ ﷺ کی مخالفت کر بیٹھے پھر اسے اس پر ندامت ہو تو وہ اپنے رب

کی بارگاہ کریم میں معافی مانگے اور گناہ سے توبہ کرے اس توبہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی سفارش پر موقوف فرما دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وما ارسلنا من رسول الالیطاع باذن اللہ ولو انھم اذظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجد واللہ توابا رحیما

(سورۃ:النساء،۶۴)

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اے حبیب وہ تمھارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی سفارش کرے۔ تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملا خاطر اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں اللہ تعالیٰ نے ارسال رسل کو طاعت کے ساتھ متحد فرما دیا ہے تو جو رسول کی طاعت نہیں کرتا اس نے اس کے بھیجنے والے کی طاعت نہیں کی اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے، پھر یہاں یہ ذہن نشین رہے کہ رسول کی طاعت اللہ تعالیٰ کے اذن، امر، تقدیر، اور مشیت سے ہی ہے اللہ تعالیٰ نے جب کوئی رسول ایسا بھیجا ہی نہیں جس کی طاعت اس کی امت پر لازم نہ کی ہو۔

فکیف بسید الرسل و امامھم علیہ وآلہ الصلوۃ والسلام وھو احرص علیھم من انفسھم و اولی بھا منھم ولھذا علق اللہ تعالیٰ قبول توبۃ العصاۃ المذنبین اذا استغفروا و تابوا علی استغفار رسول اللہ ﷺ فاذا فعلوا و فعل ﷺ وجدو اللہ توابا رحیما

(محبۃ النبی وطاعتہ،۲۴۱)

تو کیا عالم ہوگا اس شخصیت کی اطاعت کا جو تمام رسولوں کے سربراہ اور امام ﷺ ہیں اور لوگوں کے اپنے آپ سے بھی بڑھ کر خیر خواہ اور زیادہ حق دار ہیں یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں اور گنہگاروں کی توبہ کو اس شرط کے ساتھ معلق کر دیا ہے کہ وہ رسول ﷺ کی طلب بخشش وشفاعت کے ساتھ توبہ و استغفار کریں، جب وہ اس طرح توبہ کریں گے اور آپ ﷺ بھی ان کے لیے رب کی۔ بارگاہ میں استغفار چاہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو تواب اور رحیم پائیں گے یعنی توبہ

قبول ہو جائے گی۔

نوٹ: اس کتاب کا ترجمہ فقیر نے ''محبت وطاعت نبوی'' کے نام سے کیا ہے۔

شفاعت اور تصور رسول ﷺ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو شفاعت کبریٰ کا مقام عطا فرما رکھا ہے، قرآن مجید میں آپ ﷺ کے اس مقام عالی کا بیان ان الفاظ میں ہوا ہے۔

عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا (الاسراء)	عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔

پل صراط اور تصور رسول ﷺ:

دوزخ پر ایک پل ہے جس سے گزر کر جانا پڑے گا اس کا نام پل صراط ہے وہاں ان لوگوں کی گزر آسان ہوگی جنہیں رسول اللہ ﷺ کی دعا نصیب ہوگی۔ مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے نبی کریم ﷺ نے پل صراط کے احوال بیان کرتے ہوئے فرمایا اے امت، پل صراط پر تمہارے گزرتے وقت

نبیکم ﷺ قائم علی الصراط یقول رب سلم سلم (التذکرہ للقرطبی، ۳۸۳)	تمہارے نبی ﷺ پل صراط پر کھڑے یہ دعا کر رہے ہوں گے اے میرے رب سلامتی سے گزار دے سلامتی سے گزار دے۔

امام احمد رضا قادری نے جب یہ ارشاد گرامی پڑھا تو جھوم اٹھے اور کہا۔

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریئے

کہ ہے رب سلم صدائے محمد ﷺ

یعنی جب اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ سلامتی کی دعا کر رہے ہیں تو اب کیا خطرہ؟ لہذا اہل صراط سے وجد کرتے ہوئے گزریں گے۔

اس مقام کے بارے میں مختلف اقوال ہیں لیکن درج ذیل احادیث کی روشنی میں مختار یہی کہ اس سے مراد۔ مقام شفاعت عظمیٰ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رحمہ اللہ

تعالیٰ کے ارشادگرامی، عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً ، کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

هی الشفاعة	یہ مقام شفاعت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگ گروہ در گروہ ہر نبی کے پاس سفارش کے لیے جائیں گے مگر بات نہیں بنے گی حتیٰ کہ شفاعت کا معاملہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوگا۔

فذلک یوم یبعثه الله المقام المحمود (البخاری، کتاب التفسیر)	پس اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر کھڑا فرمائے گا۔

عرش الٰہی کی دائیں جانب

یہ مقام کہاں ہوگا؟ اس کی نشاندہی بھی احادیث میں کردی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے میں اپنے مزار اقدس سے نکلوں گا مجھے جنتی لباس پہنایا جائے گا۔

ثم اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقوم ذلک المقام غیری. (الترمذی)	پھر میں عرش الٰہی کی دائیں طرف کھڑا ہوں گا اور یہ مقام میرے علاوہ مخلوق میں سے کسی کو حاصل نہ ہوگا۔

اور عرش اللہ تعالیٰ کی جلوہ گاہ ہے۔ حضرت مجاہد نے مقام محمود کا معنی ہی یہ کیا ہے۔

ان یجلس الله محمداً معه علی کرسیه (التذکرة للقرطبی، ۲۸۵)	اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کو اپنے ساتھ کرسی پر بٹھائے گا (جو اس کے شایان شان ہے)۔

صحابہ اور تصورِ رسول ﷺ

۱۔ مبارک ہونٹوں کے نیچے مسواک دیکھ رہا ہوں

ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ دو آدمیوں کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں کسی غرض سے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ مسواک فرما رہے تھے۔ انہوں نے آپ کی اس مبارک ادا کو اس طرح اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا۔ جب بھی مذکورہ معاملہ کا تذکرہ کرتے تو ساتھ اس بات کا اضافہ کرتے۔

کانی انظرالی سواکہ تحت شفتیہ (المسلم، ۲)

میں آج بھی (تصور میں) آپکے مبارک ہونٹوں کے نیچے مسواک دیکھ رہا ہوں۔

۲۔ سیاہ عمامہ کے کونے مبارک شانوں کے درمیان

حضرت عمرو بن حریثؓ اپنے والد گرامی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ وہ جب بھی اپنے آقا کا تذکرہ کرتے تو یہ بھی بیان کرتے۔

کانی انظرالی رسول اللہ ﷺ علی المنبر وعلیہ عمامۃ سوداء قد ارخی طرفیہا بین کتفیہا۔

(المسلم، ۱: ۴۴۰)

میں مشاہدہ کر رہا ہوں کہ میرے آقا منبر پر جلوہ افروز ہیں۔ آپ کے سر اقدس پر سیاہ رنگ کا عمامہ ہے جس کے دونوں کونے آپ کے مبارک شانوں کے درمیان جھوم رہے ہیں۔

۳۔ مانگ میں خوشبو کی چمک کا حسین منظر

حضرت عائشہؓ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ ﷺ کے جسم اقدس

ا۔ مبارک ہونٹوں کے نیچے مسواک دیکھ رہا ہوں

ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ دو آدمیوں کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں کسی غرض سے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ مسواک فرمارہے تھے۔ انہوں نے آپ کی اس مبارک ادا کو اس طرح اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا۔ جب بھی مذکورہ معاملہ کا تذکرہ کرتے تو ساتھ اس بات کا اضافہ کرتے۔

کانی انظرالی سواکه تحت شفتیه (المسلم، ۲)

میں آج بھی (تصور میں) آپکے مبارک ہونٹوں کے نیچے مسواک دیکھ رہا ہوں۔

۲۔ سیاہ عمامہ کے کونے مبارک شانوں کے درمیان

حضرت عمرو بن حریثؓ اپنے والد گرامی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ وہ جب بھی اپنے آقا کا تذکرہ کرتے تو یہ بھی بیان کرتے۔

کانی انظرالی رسول اللہ ﷺ علی المنبر وعلیه عمامة سوداء قد ارخی طرفیها بین کتفیها۔

(المسلم، ۱: ۴۴۰)

میں مشاہدہ کر رہا ہوں کہ میرے آقا منبر پر جلوہ افروز ہیں۔ آپ کے سر اقدس پر سیاہ رنگ کا عمامہ ہے جس کے دونوں کونے آپ کے مبارک شانوں کے درمیان جھوم رہے ہیں۔

۳۔ مانگ میں خوشبو کی چمک کا حسین منظر

حضرت عائشہؓ نے حجتہ الوداع کے موقعہ پر آپ ﷺ کے جسم اقدس

پر خوشبو لگائی تھی آپ جب بھی سرکار دوعالم کے حج کا تذکرہ فرماتیں تو کہتیں۔

کانی انظر الی و بیص الطیب فی مفارق رسول اللہ ﷺ وھو محرم (البخاری، ۲۰۸)	آج بھی وہ حسین منظر میری آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے کہ آپ ﷺ حالت احرام میں تھے۔ اور آپکے سر اقدس کی مانگ میں خوشبو کی چمک تھی۔

امام قسطلانی "کانی انظر" کے تحت لکھتے ہیں:

انھا لکثرۃ استحضار حالہ کانھا ناظرۃ الیہ (ارشاد الساری، ۳: ۱۰۷)	آپ کا یہ فرمان کہ میں اب بھی اس خوشبو کی چمک (کے دلربا منظر) کو دیکھ رہی ہوں کثرت استحضار کے پیش نظر تھا۔

۴۔ انگوٹھی کو چمکتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جب رسول پاک ﷺ قیصر کی طرف اپنا پیغام ارسال فرمانے لگے تو اس پر آپ نے مہر ثبت نہیں فرمائی۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا۔

ان کتابک لا یقرأ الاان یکون مختوما	یا رسول اللہ وہ بغیر مہر یہ پیغام نہیں وصول کریگا اور نہ پڑھے گا۔

آپ ﷺ نے اس مشورہ کو قبول فرمایا۔

فاتخذ رسول اللهﷺ خاتما	اور آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور
من فضة فنقشه ونقش	اس پر نقش کروایا اور اس نقش کے الفاظ
محمد رسول اللهﷺ	محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔

اس کے بعد آپ اسے پہنتے اور اسکے ساتھ خطوط پر مہر ثبت فرماتے حضرت انسؓ یہ بات بیان کرنے کے بعد ہمیشہ کہتے۔

کانی انظرالی بیاضه فی یدرسول اللهﷺ	میں آج بھی چشم تصور میں آپ کے مبارک ہاتھ میں اس انگوٹھی کو چمکتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

(طبقات ابن سعد، ۱:۱/۴۷)

حضرت انسؓ سے ہی ایک آدمی نے یہ سوال کیا
هل اتخذ رسول اللهﷺ خاتما۔ کیا آپ ﷺ انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

آپ نے اس شخص کو اپنے پاس بٹھالیا اور درج ذیل واقعہ سنایا کہ ایک دن آپ ﷺ عشاء کی نماز پڑھانے کے لیے دیر سے تشریف لائے۔ آپ نے جماعت کروائی اور اسکے بعد آپ نے

اقبل علینا بوجهه فقال ان الناس قدصلواوناموا فلم تذالوافی صلوة ماانتظر تموها	اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کر کے فرمایا۔ باقی لوگ نماز پڑھ کر سو چکے لیکن تمہارا نماز و جماعت کی انتظار کرنا یوں ہے جیسے تم نماز میں مشغول رہے۔

یہ واقعہ سنانے کے بعد سائل سے کہنے لگے۔

فکانی انظر الان الی ومیض خاتمہ فی ید رسول اللہ ﷺ	مجھے اس لمحہ بھی (اس رات) آپ کے ہاتھ پر پہنی ہوئی انگوٹھی کی چمک دمک نظر آرہی ہے۔

(طبقات ابن سعد ۱: ۲۷۴)

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ سائل نے آپ سے فقط اتنا پوچھا کہ کیا آپ ﷺ انگوٹھی پہنا کرتے تھے؟ اس کا جواب بڑا واضح تھا کہ ہاں آپ نے انگھوٹھی پہنی ہے۔ لیکن حضرت انسؓ نے اس جواب پر اکتفاء کرنے کے بجائے ایک واقعہ سنایا اور پھر انگھوٹھی کا ذکر، اسکے ساتھ اپنی وابستہ یادوں کے ساتھ کیا۔ کیونکہ اہل محبت کی علامت اور انکا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ ذکر محبوب کے لیے بہانے تلاش کرتے ہیں۔ اور جب بات چھڑ جاتی ہے۔ تو ان کا جی چاہتا ہے کہ اب یہ سلسلہ ختم نہ ہونے پائے۔

۵۔ مبارک بغلوں کی سفیدی میری آنکھوں کے سامنے

حضرت عبدبن اقرم الخزاعی کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والدہ گرامی نے بیان کیا کہ میں اور میرے والد عزۃ کے مقام پر تھے۔

فمر بنارکب فاناخوا ناحیۃ الطریق فقال لی ابی و اقیمت الصلوۃ۔	تو ہمارے پاس سے اونٹ سواروں کا ایک قافلہ گزرا جس نے راستے کی ایک جانب اپنے اونٹوں کو بٹھا دیا۔ میرے والد نے مجھے اس قافلے کی طرف متوجہ کیا۔ اس کے بعد نماز کے لیے اذان و تکبیر کہی گئی۔

ہم بھی اپنا کام چھوڑ کر اس قافلے کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے ان کے پاس چلے گئے جب وہاں پہنچے تو ہم نے دیکھا۔

فاذا فیھم رسول اللہ ﷺ فصلیت معھم۔

کہ ان میں رسول خدا ﷺ بھی تشریف فرما ہیں (ہم نے زیارت بھی کی) اور آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔

میرے والد نے جو چند لمحات آپ کے ساتھ گزارے تھے۔ ان لمحات کی یادیں ان کے لوح قلب وذہن پر کچھ اس طرح ثبت ہو کر رہ گئیں کہ آپ کے سجدہ مبارک کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے کہتے۔

فکانی انظر الی عفرتی ابطی رسول اللہ ﷺ

میں آج بھی سجدہ کرتے وقت آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی کو (چشم تصور میں) دیکھ رہا ہوں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ بھی آپ کے سجدے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے پکار اٹھتے۔

کانی انظرالی بیاض کشح النبی ﷺ وھو ساجد

(طبقات ابن سعد، ۱: ۴۲)

سجدہ کرتے وقت آپ کی مبارک بغلوں کی جو سفیدی ظاہر ہوتی تھی وہ اب بھی میری نگاہوں میں ہے۔

۶۔ پنڈلیوں کے زیارت کا پر کیف منظر

حضرت ابو جحیفہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں الطح کے مقام پر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا آپ سرخ رنگ کے خیمہ میں سرخ رنگ کا دھاری دار جبہ اور لباس زیب تن فرمائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس سرخ لباس میں آپ کی مقدس سفید پنڈلیاں ظاہر ہوئیں۔ آج تک آپ کی پنڈلیوں کی وہ چمک میری آنکھوں کے سامنے ہے اور میں اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتا ان کے محبت بھرے الفاظ ملاحظہ کر کے ذوق حاصل کیجئے۔

اتیت النبی ﷺ بالابطح وھوفی قبة له حمراء فخرج وعليه جبة له حمراء وحلة عليه حمراء قال و كانى انظر الى بريق ساقيه

(البخاری، کتاب المناقب)

میں الطح کے مقام پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سرخ رنگ کے خیمہ میں جلوہ افروز تھے۔ اور جب باہر تشریف لائے تو آپ سرخ رنگ کا جبہ اور لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔

(اس دوران جو آپ کی (مرمریں) پنڈلیوں کی زیارت نصیب ہوئی) وہ پر کیف منظر آج بھی میری نگاہوں کے سامنے ہے۔

۷۔ سر پر ہاتھ رکھنا ہمیشہ یاد آتا ہے

حضرت عبداللہ بن ہلال انصاری ؓ سے منقول ہے کہ مجھے میرے والد گرامی اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی خدمت اقدس میں لے گئے اور عرض کیا

یارسول اللہ میرے بیٹے کے لیے دعا کیجئے۔ سرور عالم ﷺ نے اپنا مقدس ہاتھ میرے سر پر رکھ کر دعا فرمائی۔

فما انسی وضع رسول اللهﷺ يده على رأسي حتى وجدت بردها

حضور ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا میں نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور یہ مجھے آج تک نہیں بھولتا۔

(سیدنا محمد رسول اللہ، ۳۷۸)

۱۰۔ چہرہ اقدس کی سفیدی اور زلفوں کی سیاہی ہمیشہ نظروں کے سامنے رہتی ہے

حضرت جابرؓ، حضرت ابو الطفیلؓ سے بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی جو زیارت کی تھی۔

فما انسی شدة بياض وجهه وشدة سواد شعره

آپ کے چہرہ اقدس کی خوب سفیدی اور مبارک بالوں کی شدید سیاہی میں بھول نہیں پاتا۔

(طبقات ابن سعد، ۱: ۴۱۹)

۱۱۔ اب تک سینے میں ٹھنڈک ہے

حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں۔ ایک دفعہ مکہ معظمہ میں سخت بیمار ہو گیا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میری ایک بیٹی ہے۔ میں چاہتا ہوں اپنے مال میں سے دو تہائی صدقہ کی وصیت کروں۔ اور ایک تہائی بیٹی کے لیے رہے۔ آپ نے فرمایا۔ ایسا

نہ کرو عرض کیا نصف کر لیتا ہوں۔ فرمایا ایسا نہ کرو۔ عرض کیا ایک تہائی صدقہ اور دو تہائی بیٹی کے لیے کرتا ہوں۔ فرمایا ہاں۔ تہائی میں وصیت کرو اور تہائی کافی ہے اس کے بعد آپ نے میری پیشانی پر دست اقدس رکھا۔ پھر اسے میرے چہرے اور بطن پر پھیرا۔ اور یہ دعا دی۔ اے اللہ سعد کو شفاء دے اور اس کی ہجرت کو کامل فرما۔

فمازلت احد بردیدہ علی کبدی، فیما یخال الی حتی الساعۃ

میں آج تک جس وقت بھی اس حسین منظر کو یاد کرتا ہوں تو اپنے سینہ میں دست اقدس کی ٹھنڈک پاتا ہوں۔

(البخاری۔ کتاب الوصایا)

۱۰۔پاؤں کی ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں

حضرت عمرو بن ابی عمرو المزنی سے مروی ہے کہ حجتہ الوداع کے موقعہ پر میری عمر پانچ چھ سال تھی۔ یوم نحر کو میرے والد مجھے منی میں اس مقام پر لے گئے۔ یہاں رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

فقلت لا بی من ھذا؟ فقال ھذا رسول اللہ ﷺ

میں نے پوچھا یہ مبارک شخصیت کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ اللہ کے رسول ہیں

میں سن کر آگے بڑھا اور آپ کے اتنا قریب ہوا۔ یہاں تک کہ میں نے آپ کی پنڈلی کو پکڑ لیا۔ پھر میں نے اسے تبرکا چھوا۔ اسکے بعد اپنا ہاتھ آپ کے تلوؤں کے ساتھ لگایا۔

فکانی اجد بردھا علی کفی — پس اب بھی میں اپنے ہاتھ میں ان کی ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں۔

(سیدنا محمد رسول اللہ، ۳۸۶)

۱۱۔ مسبحہ کا حسن نہیں بھولتا

حضرت میمونہ بنت کردمؓ آپ کے مبارک پاؤں کی انگلیوں کے حسن و جمال کے بارے میں بیان کرتی ہیں۔ کہ میں نے اپنے والد گرامی کے ساتھ حضور علیہ السلام کی زیارت کا شرف پایا۔ اس وقت آپ اونٹنی پر سوار تھے۔ اور آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ میرے والد نے قریب ہو کر آپ کا مبارک قدم پکڑ لیا۔ اس موقعہ پر میں نے پاؤں مبارک کی انگلیوں کی زیارت کا شرف فرمایا۔

فما نسیت طول اصبح قدمه — مجھے آپ کی سبابہ کا دیگر انگلیوں سے
السبابة علی سائر اصابعه — اعتدال کے ساتھ طویل ہونا نہیں بھولتا۔

۱۲۔ مبارک بازوؤں کی چمک اب بھی دیکھ رہا ہوں

حضرت مطلب بن ابی وداعہؓ سے مروی ہے جب حضرت عثمان بن مظعونؓ کا وصال ہوا۔ اور آپ کو دفن کیا گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا جا کر فلاں پتھر لاؤ۔ اس شخص سے وہ پتھر اٹھایا نہ جا سکا۔ تو رسول اللہ ﷺ اپنی مبارک آستین چڑھاتے ہوئے اٹھے۔ جس راوی نے مجھے یہ حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں۔

کانی انظرالی بیاض ذراعی رسول اللہ ﷺ حین مسرھا
(مشکوۃ المصابیح باب دفن المیت)

گویا میں اب بھی آپ ﷺ کے مقدس بازوؤں کی چمک دیکھ رہا ہوں۔ جب آپ نے استین چڑھائے

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ان الفاظ کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

گویا کہ من الان نظرمی کنم بسوئے سفیدی ہر دوذراع پیغمبر خدا!
(اشعۃ اللمعات، ۱: ۶۹۵)

گویا میں اسوقت بھی رسول اللہ ﷺ کے مقدس بازوؤں کی سفیدی تک رہا ہوں۔

۱۳۔ اب تک دیوار پر دست اقدس کا نشان دیکھ رہی ہوں۔

امام شعبی ام المومنین سیدہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جنابت کا غسل فرماتے تو ابتدا میں وضو فرماتے، استنجا فرماتے اور ہاتھ دیوار پر رگڑتے اور ان پر پانی ڈالتے۔

فکانی اری اثریدہ فی الحائط
(مسند احمد، ۷: ۳۴۷)

گویا میں اب بھی دیوار پر آپ کے مبارک ہاتھ کا نشان واثر تک رہی ہوں۔

۱۴۔ میں انگلی چوستے ہوئے دیکھ رہا ہوں

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گود میں گفتگو کرنے والے بچوں کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ نبی اسرائیل کی خاتون بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ اس کے پاس سے ایک خوبصورت شکل والا

سوار گزرا۔ اس خاتون نے دعا کی۔ اے اللہ میرے بچے کو اس سوار جیسا بنا دے
بچے نے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ اے اللہ مجھے ہر گز ایسا نہ بنا پھر اس نے دودھ
پینا شروع کر دیا۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے سمجھانے کے لیے مبارک منہ میں
انگلی ڈال کر اسے چوسا حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں۔

کانی انظر الی النبی ﷺ یمص اصبعه	گویا میں اب بھی آپ کو منہ میں انگلی ڈالے دیکھ رہا ہوں۔

(البخاری، ۱: ۴۸۹)

۱۵۔ نماز میں آپ کا ہاتھ باندھنا مجھے نہیں بھولتا

حضرت حارث بن غطیفؓ کا بیان ہے میں بہت سی چیزوں کو بھول گیا
ہوں بہت سی مجھے یاد بھی ہیں مگر۔

لم انس انی رایت رسول اللہ ﷺ واضعایده الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ	میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز میں بائیں ہاتھ پر دائیں رکھتے ہوئے دیکھا اسے میں بھول نہیں پایا۔

(اسد الغابہ ۱: ۴۱۰)

۱۶۔ اب تک جی میں سیر ابی ہے

امام قاسم بن ثابت "الدلائل" میں حضرت حنشؓ سے رلاویت کرتے
ہیں مجھے حضور ﷺ نے اسلام کی دعوت دی، جسے قبول کرتے ہوئے میں
مسلمان ہو گیا۔

فسقانی فضلة سويق فما زلت اجد ريها اذا عطشت اشبعتها اذا جعت.

(سبل الہدی والرشاد، ۱۰ :۴۱)

مجھے آپ ﷺ نے اپنے بچے ہوئے ستو پلائے اب مجھے جب پیاس لگتی ہے تو میں ان کی سیرابی پاتا ہوں جب بھوک لگتی ہے تو میں اپنے آپ کو سیر ہونے والا محسوس کرتا ہوں۔

۱۹۔اب تک سینے میں ٹھنڈک ہے

اسی طرح کا واقعہ امام طبرانی نے حضرت ابو عقیل الدیلیؓ کا بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام وایمان کی دولت پائی۔

سقانی رسول اللهﷺ شربة سويق شرب رسول اللهﷺ اولها و شربت اخرها فما زلت اجد بلتها على فوأدى اذا ظمئت و بردها اذا اضحيت(المجمع،۹ :۴۰۰)

مجھے رسول اللہ ﷺ نے ستو پلائے پہلے خود آپ نے پیئے پھر مجھے دیئے جب پیاس لگتی ہے تو دل میں انکی تراوت پاتا ہوں اور گرمی ہو تو ان کی ٹھنڈک پاتا ہوں۔

۲۰۔بوریے پانی کا بہنا دیکھ رہی ہوں

حضرت شریح بن ہانی کہتے ہیں میں نے ام المومنین سیدہ عائشہؓ سے حضور ﷺ کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا آپ عشاء کی نماز موخر

کر کے ادا فرماتے اور فرائض نماز کے بعد گھر میں چار یا چھ رکعات ادا فرماتے۔

وما رأيته يتقى على الارض بشئى قط الاانى اذكران يوم مطرا لقينا تحته بتا فكانى انظر الى خرق فيه ينبع منه الماء

(مسند احمد، ۷: ۸۷)

زمین پر کبھی بھی نماز کے لیے کوئی شی نہ بچھاتے ایک مرتبہ بارش کے دن میں نے آپ کے نیچے بوریا بچھادیا جو پھٹا ہوا تھا۔ میں اب بھی دیکھ رہی ہوں اسکی پھٹی ہوئی جگہ سے پانی بہہ رہا ہے۔

۱۹۔ آپ کی قربانیوں کی گانیاں نگاہوں میں

ام المومنین سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کی قربانیوں کے لیے خوبصورت گھانیاں بنایا کرتیں تھیں، ان کا حسین منظر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

كانى انظر انى افتل قلائد هدى رسول الله ﷺ من الغنم

(مسند احمد، ۷: ۳۷۴)

میں اب بھی ان گانیوں کو دیکھ رہی ہوں جنہیں میں آپ ﷺ کی قربانی کے جانوروں کیلئے بنایا کرتی تھی۔

۲۰۔ دست مبارک کو حرکت دیتے ہوئے دیکھ رہا ہوں

حضرت انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے

میں جنت کا تالا یوں کھولوں گا آپ نے ساتھ دست مبارک کو بھی حرکت دی۔

کانی انظر الی ید رسول اللہ ﷺ یحر کھا
حضور ﷺ کا مبارک ہاتھوں کو حرکت دینا اب بھی میری نگاہوں میں ہے۔
(سنن دارمی، ۱: ۳۱)

۲۱۔دست مبارک کے اشارہ سے لوگوں کو بٹھانا اب بھی میرے سامنے ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں، میں نے سرور کائنات ﷺ، حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ کی اقتداء میں نماز عید الفطر کسی مرتبہ ادا کی ہے تمام مرتبہ پہلے نماز پڑھاتے پھر خطبہ دیتے ایک مرتبہ آپ خطبہ کے بعد۔

فنزل نبی اللہ ﷺ فکانی انظر الیہ حین یجلس الرجال بیدہ
(البخاری ۲: ۷۲۷)

منبر سے نیچے تشریف لائے، اب بھی وہ خوبصورت منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے جب آپ ہاتھ کے اشارہ سے لوگوں کو بیٹھنے کا حکم فرمارہے۔

۲۲۔آپ کا پاؤں کو حرکت دینا نہیں بھولتا

آپ کے چچا حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ میں حضور ﷺ سے تین سال پہلے پیدا ہوا جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو میرے والدہ کو اطلاع دی گئی۔

ولدت امنة غلاما فخرجت بی حین وصبحت آخذة بیدی حتی دخلنا علیها

کہ جناب آمنہؓ کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے تو وہ مجھے ساتھ لیکر ان کے ہاں تشریف لے گئیں۔ جب ہم انکے حجرہ میں داخل ہوئے۔

اس موقع پر میں نے آپ کی زیارت کی۔

فکانی انظر الیه یمصع رجلیه فی عرصته وجعل النساء یحدثنی و یقلن قبل اخاك (المستدرک، ۳: ۳۶۲)

وہ منظر آب بھی میری آنکھوں کے سامنے کہ آپ پاؤں کو حرکت دے رہے تھے۔ خواتین نے مجھے کہنا شروع کیا تیرا ساتھی پیدا ہوا ہے اسے بوسہ دو۔

۲۳۔ رسول اللہ کا ذوالبجادین کو قبر میں اتارنا میری نگاہوں میں ہے۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ بچپن میں یتیم ہو گئے چچا نے پالا۔ حضور ﷺ کے ساتھ انہیں محبت ہو گئی کافر چچا کو معلوم ہوا تو اس نے کہا۔

لئن تابعت دین محمد لا نزعن اگر تو نے محمد کی اتباع کر لی تو میں تجھے منک کل شئی اعطیتک۔ دی ہوئی ہر شی چھین لوں گا۔

انہوں نے اعلان کر دیا میں حضور ﷺ کے دامن سے وابستگی اختیار کر چکا ہوں تجھ سے جو ہو سکتا ہے کر لو۔

فنزع کل شئی اعطاہ حتی جردہ من ثوبه

تو چچا نے اپنی دی ہوئی تمام اشیاء واپس لے لیں حتی کہ کپڑے بھی اتار لیئے۔

اپنی والدہ کے پاس حاضر ہوئے اور معاملہ عرض کیا انہوں نے ایک کمبل دیا، صحابی نے اس کے دو حصے کیئے ایک تہہ بند بنالیا اور دوسرے کو اوپر اوڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ عرض کیا عبدالعزی فرمایا آج کے بعد تمہارا نام عبداللہ دوالجادین ہے۔

فالزم بابی فلزم باب رسول اللہ ﷺ تم میرے پاس رہو گے تو پھر وہ آپ کی چوکھٹ پر بیٹھے رہا کرتے تھے

ان کا وصال غزوہ تبوک کے موقع پر ہوا، حضرت ابوبکر و عمرؓ سے جب قبر میں اتارنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

ادنیا متی اخاکما فاخذہ من قبل القبلۃ حتی اسندہ فی لحدہ اپنے بھائی کو میرے قریب کرو آپ نے قبلہ کی طرف سے انھیں ہاتھوں میں لیا اور قبر میں رکھا۔

پھر آپ باہر تشریف لائے، قبلہ رخ ہو کر یہ دعا کی۔

اللھم انی امسیت عنہ راضیا فارض عنہ اے اللہ میں اس سے راضی ہوں آپ بھی اس سے راضی ہو جایئے۔

کاش یہ قبر میری ہوتی :۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس صحابی کی روئداد بیان کرنے کے بعد دو باتیں فرماتے۔

1۔لیتنی کنت صاحب الحفرة — کاش آج صاحب قبر میں ہوتا۔

دوسری روایت میں ہے۔

فواللہ لودوت انی مکانہ ولقد اسلمت قبلہ بخمس عشرة سنة — اللہ کی قسم کاش ان کی جگہ میں ہوتا۔ حالانکہ میں ان سے پندرہ سال پہلے اسلام لایا ہوں۔

۲۔اور دوسری بات یہ فرماتے۔

لکانی اری رسول اللہﷺ علیہ وسلم وھو فی قبر عبد اللہ ذی البجا دین — آج بھی وہ منظر میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ ﷺ عبداللہ کی قبر میں تشریف فرماہیں۔

(اسد الغابہ، ۳: ۲۲۸)

۲۴۔السلام علیکم فرمانا نہیں بھولتا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ۔

کان یسلم عن یمینہ و عن شمالہ حتی اری بیاض وجھہ فمانسیت بعد فیما نسیت السلام علیکم ورحمة اللہ۔ — دائیں اور بائیں اس طرح سلام پھیرتے کہ میں آپ کی سفیدی رخسار کی زیارت کرتا اور اب تک میں اسلام علیکم ورحمتہ اللہ فرمانا نہیں بھول پاتا۔

(مسند احمد، ۲:۱۱)

۲۵۔اب بھی چہرہ اقدس سے خون صاف کرتے ہوئے فرمارہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے۔ جعرانہ کے مقام پر رسول

اللہ ﷺ غزوہ حنین سے حاصل شدہ مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے، لوگوں کا خوب ازدحام تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو قوم کی طرف بھیجا انہوں نے اسے مارا اور زخمی کر دیا اور وہ اس کے باوجود اپنے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے کہتا ہے اے میرے رب میری قوم کو معاف فرمادے یہ مجھے نہیں جانتی حضرت عبداللہ کہتے ہیں۔

کانی انظرالی رسول اللہ ﷺ وسلم یمسح الدم عن جبھتہ۔
(مسند احمد، ۲:۴۱)

میں اب بھی آپ ﷺ کا مبارک پیشانی سے خون صاف کرنا نہیں بھول پاتا۔

۲۶۔رخسار مبارک کی سفیدی میرے سامنے ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آپ ﷺ کے نماز کے موقعہ پر سلام پھیرنے کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

کانما انظر الی بیاض خد رسول اللہ ﷺ لتسلیمتہ الیسری

آپ کے بائیں طرف سلام پھیرنے کے وقت سفیدی رخسار اب بھی میری نگاہوں میں ہے۔

۲۷۔ثنیہ کی گھاٹیوں سے تشریف لانا میری نگاہوں میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی لیلی انصاریؓ سے ہے جب آپ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے اس وقت میری عمر تقریباً پانچ سال ہو گی میں نے دیگر انصاری بچوں کے ساتھ مل کر آپ ﷺ کا استقبال کیا۔

باب ۸

تصورِ رسول ﷺ کے حوالے سے

ذکرِ سراپا

تصور رسول کیلئے ذکر حلیہ و سراپا

اس امر میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین بارگاہ مصطفوی ﷺ کے آداب سے واقف ہونے کے باعث آپ کی صورت طیبہ اور سیرت مطہرہ دونوں کے دل و جان سے شیدا تھے۔ انہیں آپ ﷺ کی ذات والا صفات کے ہر گوشہ سے والہانہ محبت تھی آپ سے ان کی وارفتگی و شیفتگی درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی محافل کو آراستہ کرتے۔ آپ کے شمائل مبارکہ کے ذکر سے اپنے ایمان کی شمع فروزاں رکھتے۔

ا:۔ آپ کا سراپا اور سیدنا ابو ہریرہ کا معمول

مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمدؒ، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے روایت فرماتے ہیں۔ آپ نے جب کسی دیہاتی یا کسی ایسے شخص کو پالیتے جس نے آپ ﷺ کا دیدار نہ کیا ہوتا تو اسے بٹھالیتے اور اس سے اپنے آقا کے حسن و جمال کا تذکرہ کر کے اپنی دل کو تسلی دیتے۔

ان اباھریرۃ اذارأی احدا من الا عراب واحد الم یر النبی ﷺ قال الا اصف لکم النبی ﷺ اس کے بعد آپ کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے آخر میں فرماتے

سیدنا ابو ہریرہؓ کا ساری زندگی یہ عمل رہا جب کسی ایسے شخص کو پالیتے جس نے محبوب خدا کے حسن و جمال کا نظارہ نہ کیا ہوتا تو اسے کہتے کہ آ! میں تجھے آپ کے شمائل سناتا ہوں اور

فدی ابی وامی مارأیت مثلہ قبلہ ولا بعدہ
میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے آپ کی مثل نہیں دیکھا۔

(طبقات ابن سعد ۱:۴۱۴)

۴۔ مجھ سے آپ کا سراپا سن لو صحابی کا اعلان

حضرت سعید الجزیریؒ فرماتے ہیں۔

کنت اطوف مع ابی طفیل بالبیت فقال مابقی احدرأی رسول اللہﷺ غیری
میں صحابی رسول حضرت ابو طفیل کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا تو انہوں نے فرمایا، آج میرے سوا دیدار مصطفٰے سے مشرف ہونے والا کوئی بھی شخص روئے زمین پر موجود نہیں

میں نے بطور تعجب پوچھا۔

رائیتہ؟ کیا آپ نے حضورﷺ کی زیارت کی ہے؟

قال نعم انہوں نے فرمایا۔ ہاں!

میں نے ان سے عرض کیا۔

کیف کان صفتہ؟ بتایئے آپﷺ کے اوصاف کیا تھے؟

یعنی مجھے بھی آپ کے شمائل سنائیں۔

توانہوں نے یادیں تازہ کرتے ہوئے کہا۔

کان ابیض ملیحا مقصدا
آپ کا رنگ مبارک سفید، روشن اور من ٹھار تھا۔

(طبقات ابن سعد، ۱:۴۱۷، ۴۸)

۳۔ اب تو میں بھی پہچان سکتا ہوں

حضرت خشرم بن بشار سے روایت ہے کہ بنو عامر قبیلے کا ایک آدمی صحابی رسول حضرت ابو امامہ باھلی کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

یا ابا امامة انک رجل عربی اذا وصفت شیئا شفیت منه فصف لی رسول اللهﷺ حتی کانی اراه فقال ابو امامة کان رسول اللهﷺ رجلا ابیض تعلوه حمرة ادعج العینینن اهدب الا شفار ضغم المناکب اشعر الذراعین والصدر ششثن الا طراف بین کتفیه خاتم النبوة

اے ابو امامہ آپ عربی اور فصیح اللسان ہیں۔ آپ بات خوب بیان کرتے ہیں مجھے آقائے دو جہاں کے حلیہ اقدس کے بارے میں اس طرح بیان کریں جیسے آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ حضرت ابو امامہ نے آپ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ کا رنگ مبارک سفید سرخی مائل تھا۔ آنکھیں سیاہ اور ابرو باریک تھے۔ کاندھے پر گوشت بازوں اور سینہ اقدس پر بال تھے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔

جب حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے حلیہ کا ہر گوشہ بڑی تفصیل کیساتھ بیان کیا تو وہ آدمی پکار اٹھا۔

قد وصفت لی صفته لوکان فی جمیع الناس لعرفته
(ابن سعد، ا=۴۱۶)

آپ نے کیا ہی خوب حلیہ بیان کیا ہے اگر آپ ﷺ تمام مخلوق کے درمیان بھی موجود ہوں تو میں پھر بھی آپ کو پہچان لوں گا۔

۴۔ مجھے اپکے حسن وجمال کے بارے میں بتائیں :۔

حضرت عمار بن یاسرؓ کے پوتے ابو عبیدہ حضور ﷺ کی صحابیہ حضرت ربیعہ بنت معوذؓ سے کہنے لگے۔

صفی لی رسول اللہ ﷺ

مجھے آپ ﷺ کے حسن و جمال کے بارے میں کچھ بتائیں

انہوں نے آپ کا سراپا بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

یابنی لو رأیته لقلت الشمس طالعة۔
(سبل الهدی، ۵: ۶)

اے بیٹا اگر تو حضور ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کرتا تو ایسے پاتا جیسے سورج چمک رہا ہے۔

۵۔ آپ چودھویں کے چاند جیسے تھے :۔

حضرت ابو اسحاق ہمدانی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے علاقہ کی ایک خاتون کو یہ شرف حاصل تھا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حج کیا واپسی پر انہوں نے لوگوں کو آپ ﷺ کا سراپا اور حسن و جمال بیان کیا تو میں نے ان سے کہا۔

شبهه لی

مجھے توکسی مخصوص شی کے ساتھ تشبیہ دیکر بتاؤ آپ کیسے ہیں؟

تو فرمانے لگیں۔

کالقمر لیلة البدر لم ارقبله ولا بعده مثله۔

(سبل الہدی ۲: ۱)

آپ چودھویں کے چاند کی طرح ہیں۔ میں نے ان سے پہلے اور بعد، ان کی مثل نہیں دیکھا۔

۶۔ حضرت ام معبد اور آپ کا سراپا

ہجرت کے سفر میں آپ ﷺ دوران سفر ایک خاتون حضرت ام معبدؓ کے پاس کچھ دیر کے لئے رکے تھے ان کا خیمہ راستہ کے کنارے پر تھا۔ سیدنا ابو بکرؓ، بیان کرتے ہیں ہم نے اس خاتون سے دودھ کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگیں، ہماری بکری نہایت کمزور ہے اس کے تھنوں میں دودھ کہاں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے خاتون! اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس بکری کو دوھ کر دیکھ لیتے ہیں وہ کہنے لگیں آپ اسے ضرور دھوتیں مگر یاد رہے یہ ابھی دودھ کی عمر کو پہنچی نہیں ہے۔

فدعابها رسول الله ﷺ فمسح بيده ضرعها و ظهرها وسمى الله عزوجل و دعا لهافى شاتها فتفاجت عليه و درت واجترت و دعابانا‌ء يربض الراهط فحلب فيه ثجا

آپ ﷺ نے اسے پاس بلایا اور اس کے تھنوں اور پشت پہ دست اقدس پھیرا۔ اللہ بزرگ و برتر کا مبارک نام لیا۔ بکری کے لیے دعا فرمائی تو اسی وقت اس کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ آپ نے ایسا برتن منگوایا جس سے خاندان سیر ہو جاتا تھا اور اس میں بکری کا دودھ دھویا۔ تمام موجود لوگوں نے وہ دودھ پیا آپ نے دوبارہ دھوبا حتی کہ گھر کے تمام برتن بھر گئے۔

یہ بکری ہمارے پاس دور فاروقی تک رہی

ابن سعد اور ابو نعیم نے حضرت ام معبد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ مبارک بکری ہمارے پاس دور فاروقی (اٹھارہ ہجری) تک رہی۔ آپ کے دست اقدس کی یہ برکت تھی۔

كنا نحلبها صبوحا و غبوقا
و مافی الارض قليل ولا كثير

ہم اس سے ان دنوں میں بھی صبح و شام دودھ حاصل کرتے۔ جب زمین پر قحط کی وجہ سے چارہ تک نہ ہوتا۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت ام معبد کے خاوند ابو معبد آئے انہوں نے دیکھا گھر کا نقشہ ہی بدلا ہوا ہے۔ پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا حالانکہ ہمارے گھر میں کوئی جانور دودھ نہیں دیتا انہوں نے فرمایا۔

والله الا انه مربنا رجل مبارك
من حاله كذا و كذا

اللہ کی قسم آج یہاں سے ایک مقدس ہستی کا گزر ہوا ہے جن کی یہ شان ہے

خاوند نے سن کر کہا کہ خدا کی قسم یہ وہی جوان ہے قریش جس کی تلاش میں ہیں۔ اگر میں اسے پالوں تو میں اسکی غلامی اختیار کرلوں گا۔

اس پر حضرت ام معبد نے ان الفاظ میں آپ کا سراپا بیان کیا۔

رأيت رجلا ظاهرالوضاءة
حسن الخلق مليح الوجه،
لم تعبه ثجلة، ولم تذدبه
صعلة وسيم فى عينيه

میں نے ایسی نور نور شخصیت کا دیدار کیا ہے جو نہایت خوبصورت چہرہ گھنے اور دیدہ زیب بال، سرمگی آنکھیں، طویل ابرو، دلکش آواز آنکھوں میں سرخ

دعج، وفى اشفاره وطف وفى صوته صحل، احور اكحل، ازج، اقرن، فى عنقه سطح، وفى لحيته كثاثة، اذا صمت فعليه الوقار، واذاتكلم سما وعلاه البهاء، حلوالمنطق فصل لانزر ولاهذر، وكان منطقه خرزات نظم ينحدرن ابهى الناس واجمله من بعيد، واملاه واحسنه من قريب، ربعة لا تشنؤ عين من طول، ولا تقتحمه عين من قصر، فغصن بين غصنين فهو انضر الثلثة منظرا، واحسنهم قدأ، له رفقاء يحفون به، ان قال استمعوا لقوله وان امرتبادروا الى امره محفود محشود، لا عابس ولا مفند۔

(شمائل الرسول، ۱:۵۸)

دھاری، بلند گردن، گھنی داڑھی، آواز شریں، سرمگیں آنکھیں خوبصورت ابرو خاموش ہوں تو صاحب وقار، گفتگو کریں تو چھا جائیں اور نور پھیلا جائے مٹھری باتیں گفتگو ایسی گویا موتیوں کی لڑی ہو۔ دور سے دیکھنے والا مرعوب اور قریب سے دیکھنے والا اپنائیت محسوس کرے۔ قد انور نہ زیادہ لمبا اور نہ ہی چھوٹا۔ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ وہ ایسے لگتے تھے جیسے دو شاخوں میں ایک خوبصورت شاخ نکلتی ہے۔ ان کے رفقاء نہایت مودب ان کی باتیں انتہائی انہماک سے سننے والے، اگر وہ کسی بات کا حکم دیں تو بجالانے میں عجلت سے کام لیں۔ ان میں کثرت کے ساتھ اجتماعیت ہے۔ نہ ہی ان میں کمزوری ہے اور نہ ہی تلخی و ترشی۔

۷۔ مجھے آپ کے سراپا کے بارے میں آگاہ کیجئے

حضرت امام حسن مجتبیٰؓ کا بیان ہے۔ کہ میں حضور ﷺ کے وصال کے وقت بہت چھوٹا تھا۔ اس لیے میں اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ (جو حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کے راویوں میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں) ۔

آپ کے شمائل کے بارے سوال کرتا تھا تاکہ میں بھی آپ کے حلیہ مبارک کا نقشہ اپنی لوح دل پر جما سکوں۔

ذکر حلیہ وسراپا کا اہم فائدہ حصول تصور رسول

سیدنا امام حسنؓ کے الفاظ پر نظر ڈالیے۔

سألت خالی هند بن ابی هالة ربیب النبیﷺ وانا اشتهی ان یصف لی منه شئی اتعلق به۔

میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ (جو کہ وصاف نبی کے نام سے مشہور تھے) سے کہا آپ کے شمائل و فضائل بیان فرمائیں تاکہ میں یہ سن کر آپ کی ذات اقدس سے تعلق قائم کر سکوں۔

۱۔ حضرت ملا علی قاری "اتعلق به" کا ترجمہ کرتے ہیں۔

اتشبث بذالک الوصف اجعله محفوظا فی خزانة خیالی۔

(جمع الوسائل، ۱۔۲۳)

تاکہ ان کے ذریعے میرا تعلق آپ سے پختہ ہو جائے اور میں آپ کو ذہن وخیال میں بسالوں۔

۲۔ شیخ عبداللہ سراج الدین شامی نے علماء امت کے حوالے سے امام حسنؓ کے سوال کی حکمت ان الفاظ میں ذکر کی ہے۔

انما قال الحسن ذلک لان النبیﷺ توفی وهو صغیر

امام حسنؓ نے حضرت ہند سے اس لئے سوال کیا کہ جب حبیب خدا کا

السن فار دان يستعيد الى ذاكرته تلك الاو صاف المحمدية ويجعلها محفوظة في خزانة قلبه ولوح خياله
(سیدنا محمد رسول اللہ، ۲۱۶)

وصال ہوا تو اس وقت امام حسن ابھی چھوٹے تھے اس لیے چاہا کہ آپ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ ہو جائے تاکہ میں آپ ﷺ کی صورت مبارکہ کو اپنے دل میں اور خیال کی تختی پر نقش کرلوں۔

۳۔ مذکورہ شیخ نے مقدمہ کتاب میں شمائل نبوی کے فوائد پہ گفتگو کرتے ہوئے لکھا کہ اس سے صورت طیبہ عملی طور پر دل ونگاہ میں نقش ہو جاتی ہے۔

ان اطلاع الانسان على اوصافه ﷺ العظيمة و شمائله الكريمة يعطى صورة علمية تنطبع في القلب و ترتسم في المخيلة كانه، رأى محبوبه ﷺ.
(سیدنا محمد رسول اللہ ' ۷)

انسان کو آپ کے اوصاف عظیمہ اور شمائل کریمہ کی اطلاع سے یہ فائدہ نصیب ہو جاتا ہے۔ کہ آپ کی صورت علمیہ قلب میں نقش ہو جاتی ہے اور خیال میں اس طرح بیٹھ جاتی ہے گویا اس نے محبوب کریم ﷺ کو دیکھ لیا ہے۔

۴۔ مولانا محمد میاں رئیس الافتاء جامعہ امینیہ دہلی عمدۃ اللبیب پر تقریظ میں لکھتے ہیں۔

شمائل رسول الله عليه وسلم و خصائله وآدابه فهى

رسول اللہ ﷺ کے شمائل، خصائل اور اخلاق ایسا شفاف آئینہ ہیں جس

مرأة صافية نرى فيها شخص رسول اللهﷺ بانواره وبهاء وبذله و دلاله وفتشرف بزيارة وجهه الكريم و حسنه، وبجماله و بخد وده واساريره ولله در من قال وفاتكم ان تبصروه بعينكم فما فاتكم منه فهذى شمائله۔

(عمدۃ اللبیب ۱۵)

کے ذریعے ہم آپ ﷺ کی شخصیت مبارک کو انوار و تجلیات اور خصائل شمائل کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں اور آپ کے چہرہ اقدس کے حسن و جمال اور مبارک رخسار اور پیشانی کی زیارت کا شرف پا سکتے ہیں کسی نے کیا خوب کہا۔ اگرچہ ذات محبوب کو آنکھوں سے نہ دیکھا جا سکا لیکن اس کے شمائل تو سامنے ہیں۔

۵۔ شارح شیم الجیب مولانا نیاز احمد مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

وكان الا شتغال به خدمة لشفيع الخلأيق الا واخر منهم والا وائل و وسيلة الى امتلاء القلوب بتعظيمه ومجته وطريقا الى اتباع طريقته و سنته و معينا على الفوز لمشاهدة كريم طلعته،

(عمدۃ اللبیب، ۱۸)

شمائل نبوی کا بیان اول و آخر تمام مخلوق کے شفیع ﷺ کی خدمت کے ساتھ دلوں کو آپ کی تعظیم اور محبت سے مالا مال کرنے کا وسیلہ، آپ کے طریق و سنت کی پیروی کا ذریعہ اور آپ کے مشاہدہ و زیارت میں معاون ہے۔

۶۔ اگے چل کر لکھتے ہیں۔

ان معرفة صفاته معينة على شهود ذاكره لذاته وفى روينهﷺ يقظة و نوما

آپ ﷺ کی صفات کی معرفت عارف کے لیے آپ کی ذات اقدس کے مشاہدہ اور خواب و بیداری میں

آپ کے دیدار کا سبب بن جاتی ہے (عمدۃ اللبیب، ۲۲)

حضرت امام حسنؓ کے الفاظ انا اشتهی ان یصف لی منها شئی اتعلق به (میں چاہتا ہوں کہ ان اوصاف کے ذریعے آپ کی حسین صورت کو دل و دماغ میں محفوظ کر لوں) واضح طور پر اس بات پر دال ہیں۔ کہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حسین یادوں کے ساتھ آپ کی شخصیت مبارکہ کو اپنے قلوب و اذہان میں ہر وقت محفوظ رکھنے کیلئے کوشاں رہتے اور وہ آپ کی ہر ادا کو کبھی بھی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔ بلکہ جب بھی آپ کا تذکرہ چھڑتا تو ہر صحابی آپ کی کسی نہ کسی ادا کا اس طرح ذکر کرتا۔ جیسے وہ اب بھی اس حیات آفریں منظر کا مشاہدہ کر رہا ہے۔

مشاہیر امت اور تصورِ گنبد خضرا

گنبد خضرا کا تصور

اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے سراپا اقدس کا نقشہ دل میں نہ لا سکے۔ تو اسے آپ کے روضہ اقدس پر تصور کر لینا چاہیے کیونکہ اس سے بھی مطلوبہ مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔ امام فاسی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

فان لم يرزق تشخص صورته فيرى كانه جـــس عند قبره المبارك يشير اليه متى ماذكره فان القلب متى ماشغله شئى امنع من قبول غيره فى الوقت.

(مطالع المسرات شرح دلائل الخيرات، ۱۴۵)

جو شخص آپ کی صورت مبارکہ کا تصور نہ جما سکے وہ اپنے آپ کو روضہ اقدس کے سامنے تصور کر لے۔ اور آپ کے ذکر کے موقع پر ہر دفعہ اس کی طرف متوجہ ہو اور یہ تصور (خواہ آپ کی ذات کا ہو یا روضہ اقدس کا) اس لیے ہے تا کہ دل کو یکسوئی نصیب ہو جب دل (اتنی مقدس شے) کو قبول کر لیتا ہے تو پھر وہ کسی دوسری شے کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

امام ابن الحاج مکی فرماتے ہیں اگر کسی شخص نے آپ کے روضہ اقدس کی جسماً زیارت نہیں بھی کی تو وہ ذہناً اپنے آپ کو روضہ اقدس کی چوکھٹ پر حاضر تصور کرے۔

من لم يقدر له زيارته ﷺ بجسمه فلينوها كل وقت بقلبه وليحضر قلبه انه حاضر بين يديه متشفعاً الى من من به عليه كما قال الامام ابو محمد بن السيد البيطلوسى رحمه الله تعالىٰ فى رقعته التى ارسلها اليه ﷺ من ابيات

جس شخص کو روضہ رسول پر حاضری کی قدرت نہ ہو وہ جہاں بھی ہو ہر وقت اپنے دل کو آپ کے روضہ اقدس کی طرف متوجہ رکھے اور یوں سمجھے جیسے آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہے۔ اور آپ سے اللہ کی بارگاہ میں شفاعت اور معافی کا خواست گار رہے جیسا کہ امام ابو محمد البیطلوسی نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں کسی دوست کے ہاتھ ایک خط لکھا جو درج ذیل اشعار پر مشتمل تھا۔

الیک افو من زللی و ذنبی   وانت اذا لقیت الله حسبی

(یارسول اللہ میں اپنی لغزشوں اور گناہوں کی معافی کے لیے آپ کی طرف متوجہ ہوں اور جب میں خدا سے ملوں گا تو آپ کی ذات میرے لیے کافی ہوگی)

وزورۃ قبرک المحجوج قدما   منای و بغیتی لوشاء ربی

(میرا مقصود مطلوب آپ کی قبر انور ہے۔ جس کی زیارت کے لیے ہمیشہ دور دور سے غلام حاضر ہوتے ہیں۔ کاش میرا رب مجھے یہ توفیق عطا فرمائے)

فان احرم زیارته بجسمی   فلم احرم زیارته بقلبی

(اگر چہ میں جسماً زیارت سے محروم ہوں۔لیکن دل کی زیارت سے تو محروم نہیں ہوں)

الیک غدت رسول الله منی   تحیة مؤمن دنف محب

(میری ہر صبح اس حال میں ہوتی ہے کہ میں آپ کی طرف متوجہ ہوں۔ اے میرے پیارے آقا آپ کی بارگاہ میں ایک بیمار محبت کا سلام قبول ہو)

(المدخل لابن الحاج، ۱،۲۶۴)

اگر روضہ اقدس نہیں دیکھا تو

رہا یہ سوال اگر کسی نے آپ ﷺ کا روضہ اقدس بھی نہیں دیکھا تو وہ کیا کرے؟ تو اس کے لیے علماء نے تصریح کی ہے۔ کہ وہ روضہ اقدس کی تصویر دیکھا کرے۔ علامہ فاسی علیہ الرحمہ روضہ اقدس کی تصویر کی ضرورت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فیحتاج الی تصویر روضة المشرفة والقبور المقدسة لیعرف صورتها ویشخصها بین عینیه من لم یعرفها من المصلین علیه

جو لوگ درود شریف پڑھتے ہیں اور انھوں نے روضہ اقدس نہیں دیکھا۔تو تصویر کے ذریعے وہ اس کا تصور جما سکتے ہیں اور اس لیے تصویر روضہ ضروری ہے۔

(مطالع المسرات، ۱۴۵)

امام تاج الدین فاکہانی نقشہ روضہ مبارکہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ومن فوائد ذلک ان من لم یمکنہ زیارۃ الروضۃ فلیزز مثالھا و لیلثمہ مشتاقاًلانہ ناب مناب الا صل کما قد ناب مثال نعلیہ الشریفۃ مناب عینھا فی المنافع والخواص بشھادۃ التجربۃ الصحیحیۃ ولذا جعلوا لہ من الا کرام والاحترام ما یجعلون المنوب عنہ

(شفاالوالہ،۴۸:بحوالہ الفجر المنیر)

اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضہ اقدس کی زیارت حاصل نہ ہوئی وہ اس کا دیدار کرے۔ اور شوق و محبت سے اسے بوسہ دے۔ کہ یہ نقشہ اصل کے قائم مقام ہے۔ جیسے نقشہ نعل مقدس، منافع اور خواص میں اصل کے قائم مقام ہے۔ اس پر صحیح تجربہ شاہد عادل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء امت نے اس نقشہ کا اعزاز واحترام وہی رکھا جو اصل کا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ایک جامع اقتباس

آخر میں ان تصورات پر عارف کامل شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے ایک طویل اقتباس کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں۔

وصل نوع ثانی کہ تعلق معنوی ست بجناب محمدی وآن نیز دو قسم است قسم اول دوام استحضار آں صورت بدیع المثال واگر ہستی تو کہ بہ تحقیق دیدہ وقتی از اوقات در خواب و تو مشرف شدہ بداں پس استحضار کن صورتی را دیدہ درمنام واگر ندیدہ ہرگز و مشرف نشدہ بآن واستطاعت نداوی کہ استحضار کنی آں صورت موصوف ایں صفات را بعینہا ذکر کن اور اودرود بفرست بروی علیہ ﷺ و باش درحال ذکر گویا حاضر ست پیش درحالت و می بینی تو اورا متادب با جلال و تعظیم و ہیبت وحیا بداں کہ وی علیہ ﷺ می بیندوی شنود کلام ترا زیرا کہ وی متصف ست بصفات اللہ تعالیٰ و یکی از

دوسری قسم بارگاہ مصطفوی میں تعلق معنوی پیدا کرنے کے بارے میں ہے اور اس کے دو طریقے ہیں۔ اول یہ ہے کہ آپ کی بے مثل صورت وسراپا کو اپنے دل و دماغ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے، اگر کوئی شخص خواب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تو وہ زیارت نہیں ہوئی اور نہ ہی تمام صفات کے ساتھ متحضر رکھنے کی قوت ہے تو پھر آپ ﷺ کا ذکر اور آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں درود وسلام اس حال میں عرض کرے کہ گویا حالت حیات میں آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہے اور اپنی آنکھوں سے صاحب جلال و ہیبت کو اور تعظیم کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ اے ذاکر! تجھے اس بات پر آگاہ رہنا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ تجھے

صفات الٰہی آن ست کہ انا جلیس من ذکرنی پیغمبر ﷺ را نصیب وافر است ازین صفت زیرا کہ عارف وصف او دصف معروف اوست سبحانہ وذی ﷺ اعرف الناس باللہ تعالیٰ است واگر نمیتوانی بود نزدوی بایں صفت وہستی تو کہ زیارت کردہٴ روزی قبر شریف اور اندیدہٴ ذہن حضرت رودضہ منوہٴ اور پس دائم بفرست صلوٰۃ وسلام بروی تصور کن کہ وی می شنود سلام ترا و باش درحال تادب جامع اللہ تا برسد صلوٰۃ تو بروی درین حالت حضور قلب نزدوی وجمع ہمت را اثری عظیم ست وشرم وار ازانکہ ذکر کنی اور ادنا بفرستی بروی درودو تو مشغول بغیروی باشی صلوٰۃ تو درحکم جسم بی روح ست وہر عمل کہ می کند آنز اعبد از اعمال منوط باشد بحضور قلب صورت آں عمل زندہ است واگر منوط بغفلت وشغل خاطر بغیر باشد میت دجسم بی روح ست ازیں جہت فرمودہ است آنحضرت ﷺ انما الاعمال بالنیات، چوں دانستی انچہ ذکر کردیم مرترا کہ

دیکھتے ہیں اور تیرا کلام سنتے ہیں۔اس لیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے اس صفت کا مظہر ہیں کہ اللہ اس کا ہم نشین ہوتا ہے جو اسے یاد کرتا ہے۔ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی اس مبارک صفت کے مظہر ہونے کا بھی حصہ وافر ملا ہے (لہذا آپ بھی اپنے یاد کرنے والوں کے ہم نشین ہوتے ہیں) اگر اس تصور کی طاقت نہیں تو پھر اگر آپ کی قبر انور، روضہ اقدس اور گنبد خضرا کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہے تو ذکر و درود شریف پڑھتے وقت یوں محسوس کرے جیسے میں آپ کے مزار اقدس کے پاس مواجہ شریف میں دست بستہ با ادب کھڑا ہوں۔ (یہ اس لیے ہے) کہ ذاکر آپ کی روح مبارک سے فیض ظاہری اور باطنی دونوں حاصل کر سکے اور اگر کسی نے آپ کے روضہ انور کی مبارک جالیاں، شہر نبوی اور روضہ اقدس نہیں دیکھا تو وہ درود شریف پڑھتے وقت یہ تصور کر لیا کرے کہ آپ میرا اسلام سن رہے ہیں اور اللہ کی بارگاہ ادب میں اس حال کے ساتھ بیٹھے کہ میرا صلاۃ وسلام اس حالت میں حضور علیہ السلام تک پہنچ رہا ہے۔ یہ اس لیے ہے تا کہ خصوصی توجہ

قسم اول از تعلق معنوی استحضار صورت شریف
اوست بانچہ متعلق ست و با ملازمت و
مداومت تعلق بدان بہ ہیبت و اجلال و عزت و
کمال پس لازم گیر آن را کہ دراوست سعادت
کبریٰ و مکانت زلفیٰ واللہ الموفق قسم ثانی از
تعلق معنوی استحضار حقیقت کاملہ موصوفہ
باوصاف کمال وی کہ جامع است میان جمال
و جلال و متجلی باوصاف خدای کبیر متعال
مشرف بنور ذات الٰہی در آباد و آزاں محیط بکل
کمال خفی و جلی مستوعب بہر فضیلت وجود
صورۃً و معنیً حقیقتاً حکماً عیناً شہادۃً ظاہراً و باطناً و
نمی توانی کہ استحضار کنی ایں ہمہ را تا آنکہ بدانی
کہ وی ﷺ برزخ کلی است قائم در حقائق
وجود قدیم و حدیث پس اوست حقیقت ہر یک
از جہتین ذاتاً او صفاً تا زیرا کہ وی مخلوق است
از نور ذات جامع اسماء و صفات و افعال و آثار
آنرا حکماً و عیناً داز ین جا گفتہ است حق جل و
علا در حق دے ثم دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب
قوسین او ادنیٰ و من فرود آرم برای تو حقیقت
معنی این آیہ شریفہ مصحفہ از کمالات منیفہ او در
مثال کہ تصور کنی آنرا در ذہن بدیدن این مثال
تحقیق معنی آنرا ان شاء اللہ تعالیٰ

قلب کے ساتھ درود و سلام آپ کی بارگاہ
اقدس میں پیش ہو اور اس طرح توجہ مرکوز کر
دینا بہت ہی موثر ہے۔ اس بات پر انسان کو
شرم محسوس کرنی چاہیے کہ آپ کا ذکر ہو مگر
درود شریف نہ پڑھا جائے یا پڑھا تو جائے مگر
توجہ کسی اور کی طرف رہے۔ ایسا درود و سلام
بے روح جسم کی طرح ہے۔ اس لیے کہ
بندے کے عمل کا دارومدار اس کی حسن نیت اور
حضور قلب پر ہے اگر عمل تو کیا مگر غافل ہو کہ
توجہ کسی اور طرف تھی بے جان اور بے روح
ہو گا اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا۔ ''انما الاعمال بالنیات'' پس ادب و
تعظیم کے ساتھ آپ کی صورت مبارکہ کو ہمیشہ
متحضر رکھنا اپنے اوپر لازم کر لو۔ کیونکہ اسی
میں سعادت کبریٰ ہے اور یہی قربت کا اہم
ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے
اور دوسرا طریقہ تعلق معنوی کا یہ ہے کہ آپ
ﷺ کی اس حقیقت کاملہ کا تصور جمایا جائے
جو تمام اوصاف کمال کے ساتھ متصف ہے۔
شانہائے جمال و جلال کی جامع ہے۔
خدائے بزرگ و برتر کی صفاتی تجلیات سے
روشن اور مزین ہے۔ اور وہ ازل میں باری
تعالیٰ کے نور ذات کے پرتو سے مشرف ہے
معلوم اور غیر معلوم ہر کمال پر محیط ہے۔ عالم
وجود کی تمام صوری و معنوی فضیلتوں سے بہرہ

بدانکه وجود ہمہ مانند دائرہ است مقسوم بہ نصف بخطی کہ میگذرد بر مرکز دائرہ پس نصف اعلیٰ ازان مسمّٰی ست بوجود قدیم و واجب الوجود وحق بزرگ ومنزہ است از تقسیم وانقسام ونصف اسفل ازان مسمّٰی است بوجود محدث وممکن وخلق پس ہر نصف از دائرہ قوس ست وخط واحد وتر آن قوس پس خط وتر قوس دائرہ است وبوی قوس یگرد ہر نصف نامیدہ میشود کہ این خط وتر ست قاب قوسین بدانکہ مقام محمدی جامع ست مر کمالات الٰہیہ و کمالات خلقیہ را صورۃً ومعنیً ایں صورۃ دائرہ وجود بمثالیہ است وبودن وتر قوس آنحضرت

وتر قوس

برزخ میان حقیقت حق وحقائق گوینده بجہت آنست کہ وے حقیقت الحقائق ست وفوق است وازینجہت مقام وے در شب معراج عرش آمد عرش غایت مخلوقات ست وقوس عرش مخلوقی نیست پس مخلوقات ہمہ تحت آنحضرت ست وپروردگار وی فوق وتر دوست استوا پس برزخ شد آنحضرت میاں حق وخلق بصورت محسوسہ چنانکہ برزخ بود معنی زیرا کہ اوست موجود از حق وخلق موجود اند از وے پس او متصف

یاب ہے خواہ وہ حقیقی ہیں یا حکمی عینی ہیں یا شہودی، ظاہری ہیں یا باطنی، اور مذکورہ تصور اس وقت تک قائم نہیں کیا جاسکتا جب تک یہ جان نہ لیا جائے کہ آپ کی ذات اقدس برزخ کلی کے درجہ پر فائز ہے اور وجود قدیم اور وجود حادث دونوں کے حقائق کے ساتھ قائم ہے اور آپ کی ذات اقدس ذاتی اور صفاتی طور پر دونوں جہتوں سے ہر وجود کی حقیقت ہے۔ کیونکہ آپ کی تخلیق نور ذات سے ہوئی اور آپ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء و صفات اور افعال و آثار کے حکماً اور عیناً جامع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں فرمایا، ''ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی ''اب میں تمھارے لیے اس آیت کریمہ کی معنوی حقیقت پر ایک ایسی مثال کے ذریعے گفتگو کرتا ہوں کہ ذہن میں اس کا تصور کرنے سے اس آیت کریمہ کا معنی متحقق ہو جائے گا۔ تمام موجودات ایک ایسے دائرہ کے مانند ہیں جس کو اس کے مرکز سے گزرنے والے خط نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہو۔ چنانچہ نصف اعلیٰ کا نام وجود قدیم، واجب الوجود اور حق ہے جو تقسیم و انقسام سے منزہ و بالاتر ہے اور نصف اسفل کو وجود حادث، ممکن اور خلق کا نام دیا گیا ہے۔ دائرہ کا ہر نصف قوس ہے اور اس قوس کا وتر ایک خط ہے۔ پس وہ خط دائرے کی قوس کا وتر ہے

ست بر ہر دو صفت از ہر دو جہت صورت بمعنی
حکماً وعیناً پس چوں دانستی چیزی کہ ذکر کردم ترا
آسان کرد تعالیٰ استحضار کمال محمدی چنانکہ
ہست انشاء اللہ تنبیہ بدانکہ مر حقیقت محمد یہ ﷺ
را ظہوری ست در ہر عالم لائق بحال آن عالم
پس نیست ظہوردی در عالم اجسام ہیچو ظہور او در
عالم ارواح زیرا کہ در عالم اجسام تنگی ست و
گنجائش ندارد چیزیرا کہ گنجائش دارد عالم ارواح
ونیست ظہور او در عالم ارواح ہیچو ظہور او در عالم
معنی زیرا کہ عالم معنی الطف ست از عالم ارواح
واوسع ونیست ظہور او در ارض مثل ظہور او در عالم
سماء ونیست ظہور وی در سماوات ہیچو ظہور او از
یمین عرش ونیست ظہور او از یمین عرش ہیچو ظہور
او عند اللہ فوق عرش انجا کہ نیست در وی این ونہ
کیف پس در ہر مقام کہ اعلیٰ جاشد ظہور او اکمل
واتم از مقام انزل و سر ہر ظہور را جلالتی عیتی
ست بقدر محل تا آنکہ متناہی میشود کہ تجلی کہ
استطاعت ندارد کہ بہ بیند اور ادروی ہیچ یکی از
انبیاء واولیاء واین ست معنی قول دی ﷺ لی
مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ غیر ربی
ودر روایتی لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ
ملک مقرب ولا نبی مرسل پس بلند دار
ہمت خودرا ای برادر من تا بینی اور ادر مظاہر
علیا بہ مظاہر علیا بہ معاونت حقیقت کبریٰ فانما ہو
ہو فافہم وصیت می کنم ترا ای برادر بدوام ملاحظہ
صورت و معنی او اگرچہ باشی تو متکلف و مستحضر
پس نزدیک ست کہ الفت گیر د روح تو بوی پس
حاضر آید ترا او ﷺ عیاناً و یابی اور او حدیث کنی
بادی وجواب دہد ترا وی وچون حدیث گوئید
با دو خطاب کند ترا فائز شوی بدرجہ صحابہ عظام
ولاحق شوی بایشان ان شاء اللہ تعالیٰ

اور اسی کے ساتھ قوس بنتی ہے اور دونوں
نصف باہم ملتے ہیں۔ اور یہی خط وتر قاب
قوسین ہے۔ حضور علیہ السلام کی ذات اقدس
تمام کمالات الٰہیہ اور کمالات خلقیہ کی صورۃً
اور معناً جامع ہے اور حقیقت حق اور دیگر
حقائق کے درمیان برزخ ہے۔ اس وجہ سے
آپ کی ذات حقیقت الحقائق ہے اور مرتبہ
فوق کی حامل ہے۔ کیونکہ شب معراج جب
آپ کا مقام عرش بنا جو تمام مخلوقات کی انتہا
ہے اور عرش کی قوس مخلوق نہیں پس تمام آپ
ﷺ کے نیچے ہوئی اور آپ ﷺ کا پروردگار
اس وتر قوس سے اوپر جلوہ گر ہوگا پس آپ
ﷺ حق تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان
محسوس صورت میں اس معنی میں برزخ
ہوئے کہ آپ براہ راست حق کی توجہ اور فیض
سے موجود ہیں اور تمام مخلوق آپ کے فیض
سے پس آپ کی ذات اقدس ہر دو جہت سے
دونوں صفات کے ساتھ حکماً اور عیناً متصف
ہے۔ جب آپ نے یہ مثال اور گفتگو سمجھ لی تو
اب کمال محمدی ﷺ کا تصور کرنا انشاء اللہ
آسان ہو جائے گا۔

شیخ کا خصوصی نوٹ

حقیقت محمدیہ ﷺ کا ظہور ہر عالم میں اس عالم کے مطابق ہوتا ہے لہذا عالم اجسام میں اس کا ظہور اس طرح کا نہیں ہے جس طرح کا ظہور عالم ارواح میں ہے۔ کیونکہ عالم اجسام میں تنگی پائی جاتی ہے۔ یہ عالم بعض ان اشیاء کی گنجائش نہیں رکھتا جن کی عالم ارواح میں گنجائش پائی جاتی ہے اسی طرح عالم ارواح میں اس طرح کا ظہور نہیں ہے جس طرح کا ظہور عالم معنیٰ میں ہے۔ کیونکہ عالم معنیٰ عالم ارواح سے زیادہ لطیف اور وسیع ہے، زمین پر آپ کی حقیقت کا ظہور آسمانوں کی طرح اور آسمانوں میں یمین عرش کی طرح نہیں ہے۔ اور یمین عرش میں بھی اس طرح کا ظہور نہیں جو اللہ تعالیٰ کے یہاں عرش پر ہے کیونکہ وہاں کہاں اور کیسے کا تصور نہیں۔ مقام جتنا اعلیٰ و بلند ہوتا جائے گا اس میں آپ کا ظہور بھی تام ہوگا اور پھر ہر ظہور کو محل کے مطابق جلال و ہیبت حاصل ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ آپ ایسے مقام عظمت و جلال میں ظہور پذیر ہوتے ہیں کہ کوئی نبی اور ولی اسے دیکھنے کی قوت بھی نہیں رکھتا۔ آپ کے اس ارشاد عالی کا یہی معنیٰ ہے مجھے اللہ کے ساتھ ایسا قرب نصیب ہوتا ہے کہ اس میں میرے رب کے سوا کسی دوسرے کو دخل نہیں ہوتا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ مجھے اپنے رب کے ساتھ ایسی گھڑی نصیب ہوتی ہے کہ وہاں نہ کسی مقرب فرشتے کو دخل ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی نبی مرسل کو۔

اے ذاکر رسول! اپنے عزم و ہمت کو اس طرح بلند رکھ کر تو حقیقت کبریٰ کی معاونت سے عالم بالا میں آپ کے مظاہر کا مشاہدہ کر سکے۔ پس یہی وہ حقیقت ہے جو مقصود حقیقی ہے۔

وصیت شیخ محقق

اے بھائی! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ آپ کی صورت و حقیقت کو ہمیشہ متحضر رکھو۔ اگرچہ اس تصور میں تجھے تکلف بھی کرنا پڑے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ بہت جلد تو حضور علیہ السلام کے ساتھ مانوس ہو جائے گا اور حضور اکرم ﷺ تیرے سامنے ظاہر و باہر رونق افروز ہوں گے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام تجھے جواب دیں گے اور تجھ سے گفتگو اور خطاب فرمائیں گے۔ پس تو صحابہ کرام کے درجہ پر فائز اور ان کے ساتھ لاحق ہوگا۔ (یعنی اگرچہ صحابیت کا ظاہری حکم نہیں لیکن وہ درجہ اور قرب نصیب ہو جائے گا) (مدارج النبوۃ ۲: ۶۳۲، ۶۳۳)

تصور رسول کے بارے میں آئمہ دین کی تصریحات

صحابہ کرام کی اسی مبارک سنت کے اتباع میں علماء امت نے راہ حق کے مسافر کو یہ تلقین

کی ہے کہ اپنے دل کو نفسانی خواہشات سے پاک وصاف کر کے اور فیضان نبوی سے مستفید ہونے کے لیے نہاں خانۂ دل کو حضور ﷺ کی قیام گاہ تصور کرے۔ اس سے عشق و محبت کا تعلق پختہ ہوتا ہے۔ امام یوسف نبہانی رحمہ اللہ تعالی سرور کونین کے سراپا اقدس کے تصور اطہر کے فیوض و برکات کے بارے میں فرماتے ہیں۔

لیستحضر المبتدی حالها فی قلبه فلیشهد من خیال هذه الصورة مالا یحصل بدون ذالک و متی تعقل العبد هذه الصورة فی قلبه و کان دائم ملاحظة لها حصلت له السعادة الکبریٰ وانفتح بینه و بین النبی ﷺ طریق الا ستمداد من غیر واسطة حتی انه اذا تصفی و تزکی و تطهر و تخلص من خواطره النفسیة والعقلیة وما دونها فانه یرتقی فی ذالک الی ان تفاجته الصورة المحمدیة فی عالم الارواح فتظهر له کما هی علیه فینا جیه فیأ خذ من رسول الله ﷺ کما یأ خذمنه اصحابه و متی کان هذا العبد من اهل التوحید الخالص فانه یشهد بعد ذالک کمالاته المعنویة و بها یتقوی بالاتصاف بما یقدرله منها ولا یزال کذالک حتی یشهده فی

راہ سلوک کے مبتدی کے لیے لازم ہے کہ وہ دل میں آپ ﷺ کی صورت کاملہ کو متحضر رکھے کیونکہ اس کے بغیر وہ مشاہدۂ حق کے سفر کا آغاز ہی نہیں کر سکتا۔ پھر جب وہ یہ تصور دل میں پختہ کر لے گا تو اس کے مشاہدے میں انہماک و استغراق سے جہاں اسے سعادت کبریٰ سے نوازا جائے گا وہاں سرور عالم ﷺ کے استمداد سے اس پر فیوض و برکات کے دروازے بھی بلا واسطہ کھول دیئے جائیں گے۔ حتی کہ عقلی اور نفسانی خلفشار سے نجات مل جائے گی اور تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن کے ذریعے وہ آپ کو مزکی و مصفی اور مطہر کر لے گا۔ عالم ارواح میں اسے ایسی منزل نصیب ہو گی جہاں صورت محمدیہ ﷺ اپنی پوری حقیقت میں عیاں ہو کر اسے بالمشافہ اپنے خصوصی کلام سے نوازے گی۔ اور بندۂ حق، سید عالم ﷺ سے اس طرح مستفیض ہو سکے گا جس طرح صحابہ کرام اپنی حیات ظاہری میں حضور اقدس ﷺ سے فیضیاب ہوا کرتے تھے۔ پھر راہ صفا میں اخلاص کی بدولت بندہ حضور ﷺ کے معنوی کمالات کے مشاہدے سے گزارا جائے گا اور اس سے بہرہ ور اور متصف

الـملكوت الا علیٰ ثم یشهد فی الافق المبین فاذا شهده فی الافق المبین انطبع بالخاصیة المحمدیة فی قابلیة الولی کمالات محمدیة من المقام المحمدی فیها یکمل وجوده یتحقق فی صفات معبوده

(جواہر البحار، ۱:۲۵۶)

ہونے کے بعد وہ مقدر بھر عرفان حاصل کرے گا۔ اگر اس کی یہ حالت برقرار رہی تو مسلسل مجاہدہ سے وہ اپنے آپ کو ملکوت اعلیٰ اور افق مبین کے مقام پر فائز پائے گا۔ پھر وہ مرد ولی افق مبین پر مشاہدہ ذات حق سے خاصیت محمدیہ ﷺ کی بدولت کمالات محمدیہ ﷺ کا عارف بن جائے گا اور آپ سے اس کے وجود کی تکمیل ہو جائے گی جس سے وہ ذات حق کی صفات کا مظہر بن جائے یہ سارا شرف اللہ کے ولی کو حضور علیہ السلام کی صورت طیبہ کا نقشہ لوح دل میں جمانے سے حاصل ہوتا ہے۔

امام محمد بن احمد الفاسی بعض اہل ذکر سے نقل کرتے ہیں کہ جب کوئی سالک کلمہ طیبہ کا ورد وظیفہ مکمل کرے۔

فلیشخص بین عینیه ذاته الکریمة بشریة من نور فی ثیاب من نور مراعاةً لحقیقة بشریته و تبعیة ثیابه لکمال معجزته یعنی لتنطبع صورته ﷺ فی روحانیته و یتألف معها تالفًا یتمکن به من الا ستفادة من اسراره والا قتباس من انواره

(مطالع المسرات، ۴۴)

تو نور کے لباس اور جلووں میں آپ کی مبارک بشری صورت کا تصور اپنے دل اور آنکھوں میں اس طرح جمائے کہ آپ کی صورت مبارکہ آئینہ روح میں منقش ہو جائے اور اس کے ساتھ کامل درجہ انس و محبت پیدا ہو جائے تا کہ آپ کے انوار و فیوضات اور روحانی اسرار و رموز سے حصہ وافر نصیب ہو۔

ماخذ ومراجع

قرآن مجيد	کلام الٰہی
شرح شفاء	ملا علی قاری
تفسير القرآن العظيم	حافظ ابن کثیر
مسلم	امام مسلم
الشفاء	قاضی عیاض
المعجم الكبير	امام طبرانی
السنن الكبرىٰ	امام بیہقی
جلاء الافهام	شیخ ابن قیم
القول البديع	امام سخاوی
مسند احمد	امام احمد بن حنبل
فضل الصلاة على النبى ﷺ	قاضی اسماعیل اسحاق
الصلات والبشر	شیخ مجد الدین فیروز آبادی
لباب التاويل فى معانى التنزيل	امام علی بن محمد خازن
احياء العلوم الدين	امام محمد غزالی
الدر المختار	امام محمد بن علی حصکفی
الميزان الكرى	امام عبدالوہاب شعرانی
عمدة القارى	امام بدرالدین عینی
فتح البارى	امام ابن حجر عسقلانی
اشعة اللمعات	شیخ عبدالحق دہلوی

السعایه	مولانا عبدالحی لکھنوی
الطحطاوی حاشیه علی مراقی الفلاح	اماسید احمد طوطاوی
الحرز الثمین شرح حصن حصین	ملاعلی قاری
عوارف المعارف	امام شہاب الدین سہروردی
الدر المنثور	امام جلال الدین سیوطی
الخصائص الکبری	امام جلال الدین سیوطی
المواهب اللدنیه	امام قسطلانی
سبل الهدی والرشاد	شیخ محمد بن یوسف شامی
عون المعبود	شیخ محمد شمس الحق
غایة السؤل فی خصائص الرسول	امام عمر بن علی ابن ملقن
اللفظ المکرم بخصائص النبی المعظ	امام قطب الدین خیضری مالکی
البخاری	امام محمد بن اسماعیل
فتح القدیر	امام ابن ہمام
ترمذی	امام ابوعیسی ترمذی
المظهری	قاضی ثناءاللہ پانی پتی
حاشیه بخاری	امام قسطلانی
مدارک التنزیل	امام عبداللہ بن احمد نسفی
شرح المواهب	امام زرقانی
حدائق بخشش	مولانا احمد رضا قادری
الجامع الصغیر	امام جلال الدین سیوطی
الفوائد الضیائیه	مولانا عبدالرحمن جامی

رساله فی اثبات وجود النبی فی کل مکان	امام حسین بن محمد شافعی
من عقائد اهل السنة	مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری
بهجة النفوس	امام ابن ابی جمرہ
سیدنا محمد رسول الله	شیخ عبداللہ سراج الدین
تاریخ دمشق	امام ابن عساکر
المعراج الکبیر	امام نجم الدین غیطی
الاذکار	امام نووی
المرقاة المفاتیح	امام ملا علی قاری
المدخل	شیخ ابن الحاج
مجمع بحار الانوار	شیخ محمد طاہر پٹنی
درر شرح غرر	ملاخسرو
تنویر الابصار	امام شمس الدین تمرتاشی
درمختار شرح تنویر الابصار	امام محمد بن علی حصکفی
المختصر	امام قدوری
جوهره نیره	امام ابوبکر یمنی
مجمع الانهر شرح ملتقی الابحر	
بحر الرائق	امام ابن نجیم حنفی
شرح الکنز علی حاشیه فتح المعین	ملا مسکین
جامع الرموز	امام قہستانی
حلبة المحلی شرح منیة المصلی	امام ابن امیر الحاج
رد المحتار	امام ابن عابدین

فتاوی رضویه	مولانا احمد رضا قادری
محبة النبی وطاعته	ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملا خاطر
التذکرة	امام ابو عبداللہ قرطبی
ارشاد الساری	امام احمد قسطلانی
الطبقات	امام ابن سعد
مشکوٰة المصابیح	شیخ ولی الدین تبریزی
اسد الغابه	امام ابن اثیر
المجمع	
سنن داری	امام دارمی
المستدرک	امام حاکم نیشاپوری
شمائل الرسول	شیخ یوسف نبھانی
جمع الوسائل	ملا علی قاری
مقدمه عمدة اللبیب	مولانا محمد میاں دہلوی
مطابع المسرات شرح دلائل الخیرات	امام فاسی
شفاء الواله	مولانا احمد رضا قادری
جواهر البحار	شیخ یوسف نبھائی
مدارج النبوة	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
شیم الحبیب	مولانا نیاز احمد

حرف آخر

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو جو عظمتیں اور شانیں عطا کیں ہیں ان کا تذکرہ بطور احسان کرتے ہوئے فرمایا۔

ورفعنا لك ذكرك — اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند فرما دیا۔

(سورۃ الانشراح، ۴)

امام محمد ابن جریر طبری (۳۱۰ھ) نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام نے آ کر کہا میرا اور تمہارا رب پوچھ رہا ہے؟ تمہیں علم ہے۔

كيف رفعت لك ذكرك؟ — میں نے تمہارے لیے تمہارا ذکر کیسے بلند کیا ہے؟

میں نے کہا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اذا ذُكِرتُ ذُكِرتَ معی — جب بھی میرا ذکر ہوگا ساتھ تمہارا بھی ذکر ہوگا۔

(جامع البیان، ۱۵: ۲۹۷)

اسی کی تفسیر کرتے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

رفع الله ذكره فی الدنيا والاخرة فليس خطيب ولا متشهد ولا صاحب صلاة الانبادی بها اشهدان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله (الدر المنثور: ۸: ۵۴۸)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند فرمایا کوئی خطیب، کوئی اعلان اسلام کرنے والا اور کوئی نمازی ایسا نہیں جو یہ نہ کہے میں اعلان کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اعلان کرتا ہوں حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اور یہ وعدۂ الٰہی ایسی حقیقت ہے جس میں شک کی ہرگز ہرگز گنجائش نہیں۔ دنیا و آخرت کا کوئی مرحلہ اور موڑ ایسا نہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ حبیب ﷺ کا تذکرہ نہ کیا ہو وہ تمام تو بندوں کے علم و تصور میں نہیں آسکتے البتہ ان میں سے کچھ کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے ہم نے ولادت سے لے کر دخول جنت تک بعض مراحل کا ذکر کیا ہے۔

جس سے کم از کم قارئین کو مذکورہ تصور سمجھنے میں مدد مل سکے۔ کافی عرصہ ہوا ہم نے یہ کام مکمل کیا مگر ہوتا وہ ہے جو منظور خدا ہو۔ اس کا مسودہ پہلے کاتب نے گم کردیا جو ملا وہ کمپوزر کے سپرد کیا گیا مگر اس سے بھی خورد بُرد ہوتا ہوا جو بچا اس کے متعلق ہم نے سوچا جس حال میں بھی ہے اسے شائع کردیا جائے ظاہر ہے اس کے نظم اور حسن ترتیب میں کافی کمیاں ہیں کچھ لفظی غلطیاں بھی ہیں جن کا ازالہ کسی دوسری طباعت میں کردیا جائے گا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ

بحمداللہ ان دنوں ہمارے چار کام طبع ہو کر آرہے ہیں۔

۱۔ معراج حبیب خدا ﷺ
۲۔ علم نبوی اور متشابہات
۳۔ علم نبوی اور منافقین
۴۔ اسلام اور تصور رسول ﷺ

''علم نبوی اور امور دنیا'' پر کام جاری ہے۔ موضوع سے متعلق دو مقالات ''رفعت ذکر نبوی'' اور ''مشتاقان جمال نبوی کی کیفیات'' کو بھی شامل کردیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں ہم سب کے لیے نافع و مفید بنائے اور ہم سب کو اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت و اطاعت کی دائمی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

محمد خان قادری

خادم......کاروان اسلام

جامعہ اسلامیہ لاہور

۱۴ اکتوبر ۲۰۰۴ء، ۱۸ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ

بروز پیر بوقت سوا بارہ بجے دن

رفعتِ ذکرِ نبوی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارشاد باری تعالٰی ہے :

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (ہم نے آپ کا ذکر آپ کی خاطر بلند کر دیا)

اللہ تعالٰی نے حضور علیہ السلام کو جن مقاماتِ عالیہ پر فائز فرمایا ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے ذکر اطہر کو وہ بلندی اور رفعت عطا ہوئی ہے کہ ایسی بلندی کا کسی دوسرے کے لیے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ رب العزت نے جو صفات حضور علیہ السلام کو عطا کی ہیں ان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ علی الاطلاق عطا ہوئیں اگرچہ حقیقتاً وہ صفاتِ اضافیہ ہوتی ہیں مثلاً قرب ایک اضافی امر ہے جو بعض کی بعض سے نسبت کے اعتبار سے کم و بیش ہو سکتا ہے جیسے زید کا گھر خالد کے گھر سے مسجد کے زیادہ قریب ہے یعنی قرب دونوں کو حاصل ہے مگر زید کے گھر کا فاصلہ بہ نسبت خالد کے گھر کے کم ہے۔

سورۃ النجم میں بارگاہ رب العزت میں حضور علیہ السلام کے مقامِ قرب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ ”پھر وہ قریب ہوا پس وہ (بھی) قریب ہوا اس میں اور محبوب میں دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم“

مذکورہ آیت میں قاب قوسین کے الفاظ مقام قرب بیان کر رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو جو جلوۂ حسن مطلق کا قرب حاصل ہوا تو اس قرب کی کیفیت یہ تھی کہ فاصلہ دو کمانوں سے بھی کم رہ گیا۔

ان الفاظ نے بھی قرب کا بیان کیا مگر مطلق نہیں بلکہ محدود، لیکن اس کے بعد قرآن حکیم نے فرمایا اَوْ اَدْنٰی (بلکہ اس سے بھی کم)، ان الفاظ نے اس قرب کو قرب مطلق قرار دے دیا کہ حضور علیہ السلام نے بارگاہِ صمدیت میں جو قرب پایا وہ ان دو کمانوں سے بھی زیادہ قریب تر تھا۔ کتنا قرب تھا؟ اس کا بیان نہیں کیا بلکہ اسے مطلق رکھا تاکہ قرب متعین نہ ہو جائے۔ قَابَ قَوْسَیْن سے بیان کردہ قرب اضافی تھا اور یہ قرب مطلق اور غیر اضافی ہے۔ وہ قرب متصور اور مفہوم تھا مگر یہ قرب غیر متصور، مقصد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو قرب کا وہ مقام عطا ہُوا جس کا انسانی عقل تصور بھی نہیں کر سکتی چہ جائیکہ اسے الفاظ میں بیان کر سکے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

انما انا قاسم واللہ یعطی۔ میں فقط تقسیم کنندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے

یہاں قاسم اور یعطی کا مفعول ذکر نہ کیا تاکہ عطا اور تقسیم محدود نہ ہو جائے۔ کیونکہ اگر کسی شے کا ذکر کر دیا جاتا تو کسی کو یہ وہم ہو سکتا تھا شاید اس کے علاوہ عطا اور تقسیم مراد نہیں اور جب کسی ایک شے کا ذکر ہی نہیں کیا تو اس سے یہ عموم پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے مجھے عطا فرماتا ہے اور میں اس کا تقسیم کنندہ ہوں۔ یعنی عطا اور تقسیم دونوں مطلق ہیں۔

یہی بات ورفعنا لك ذكرك میں ہے (ہم نے تمہارا ذکر تمہاری خاطر بلند کر دیا) رفعت فی نفسہٖ اضافی امر ہے۔ اس میں مدِمقابل کا ذکر کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کے مقابلے بلند ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے رفعت بخشی مگر کس کے مقابلے میں؟ مخلوق کے ذکر کے مقابلے میں۔ ملائکہ کے ذکر کے مقابلے میں انبیأ علیہم السلام کے ذکر کے مقابلے یا رسلِ عظام کے ذکر کے مقابلے میں۔

اِس آیتِ مبارکہ میں مدِمقابل کا ذکر ہی نہیں۔ عدمِ ذکر واضح طور پر دال ہے کہ یہاں رفعت سے مراد رفعتِ مطلقہ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ مخلوق میں جتنے بھی صاحبِ رفعت ہیں ان میں سے کوئی بھی حضور علیہ السلام کے مقامِ رفعت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لفظ لک (تیری خاطر) کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ رفعتِ ذکر اس طور پر ہو کہ کوئی اس میں آپ کا شریک و سہیم نہ ہو تا کہ یہ آپ کی خصوصیت بن سکے۔

لفظِ لکَ کی افادیت:

رفعتِ ذکر کی مختلف صورتوں کے بیان سے پہلے لفظِ لکَ کی افادیت کا بیان ضروری ہے کہ اس لفظ کا اضافہ کیوں کیا گیا، کیونکہ اگر اس لفظ کا اضافہ نہ کیا جاتا اور بات یوں کہہ دی جاتی؛ و رفعنا ذکرک (ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا) تب بھی جملہ مکمل رہتا اور اس کے مضمون میں کوئی تشنگی نہ رہتی لیکن اللہ تعالیٰ نے لفظ لکَ کا اضافہ فرمایا جس کی وجہ سے اس آیت کے مفہوم میں مزید محبت، وابستگی اور رضا جوئی کا پہلو پیدا ہو گیا۔ اب اس کا ترجمہ یوں ہو گا ''اے محبوب کریم ہم نے تیرا ذکر تیری خاطر بلند کیا ہے''۔ ''تیری خاطر'' کے الفاظ زبانِ حال سے پکار رہے ہیں کہ تیری خاطر اس لیے ذکر بلند کیا تا کہ تو خوش ہو جائے کیونکہ تیری خوشی ہمیں ہر شے سے مقدم اور عزیز ہے۔

امام فخر الدین رازی الم نشرح لك صدرك کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

السوال الثانی لم قال اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ولم یقل اَلَمْ نَشْرَحْ صَدْرَكَ.

یہاں سوال یہ ہے کہ الم نشرح صَدْرَكَ کیوں نہ فرمایا لك کے اضافے میں کیا حکمت ہے ؟

امام رازی اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں :-

الجواب من وجہین احدھما کانہ تعالیٰ یقول لام فانت انما تفعل جمیع الطاعات لاجلی کما قال اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لذکری فانا ایضاً جمیع ما افعلہ لاجلك وثانیھا ان فیھا تنبیھاً علی ان منافع الرسالۃ عائدۃ الیہ علیہ السلام کانہ تعالیٰ قال انما شرحنا صدرك لاجلك لا لاجلی.

(تفسیر کبیر جز ۳۲ : ۳)

اس کی دو حکمتیں بیان کی جا سکتی ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ اور مقامات پر لام کا ذکر کیا ہے مثلاً اقم الصلوٰة لذکری (اے محبوب تو میری یاد کی خاطر نماز قائم کر) یہاں اللہ تعالیٰ نے لام کو اس لام کے عوض ذکر کر کے اشارہ فرمادیا کہ اے محبوب جب تیری جمیع عبادات میری خاطر ہیں تو میں بھی جو کچھ کرتا ہوں یہ تیری رضا اور خوشی کیلئے ہے، اور دوسری یہ کہ یہ شرح صدر، وضع وزر اور رفعت ذکر کا فائدہ آپ کو ہی پہنچے گا کیونکہ میں تو ان چیزوں کا محتاج نہیں ہوں یہ فقط آپ ہی کی خاطر ہیں ؛

اللہ پاک کا سب کچھ اپنے محبوب کی خوشی و رضا کے لیے کرنا اس کی محتاجی نہیں کیونکہ وہ خالق ہے اور مخلوق سے بے نیاز ہے مگر وہ بتقاضائے محبت ایسا اس لیے کرتا ہے کہ انسانوں کو اس مبارک ہستی کی قدر و منزلت کا

احساس ہو یعنی جب وہ رب ہو کر اس ہستی کی رضا جوئی اور خوشی کا سامان فراہم کرتا ہے تو ہمیں بھی ہر وہ کام کرنا چاہیے جس سے اللہ کے محبوب کی خوشی نصیب ہو۔ علامہ روح المعانی بھی لفظ لک کے اضافے اور اس کی تقدیم کی حکمت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

زيادة الجار والمجرور مع توسيطه بين الفعل ومفعوله للاذعان من اول الامر بان الشرح من منافعه عليه الصلوٰة والسلام ومصالحه مسارعة الى ادخال المسرة فى قلبه الشريف صلى الله عليه وسلم۔

جار مجرور (لك) کا اضافہ فعل (نشرح) اور مفعول (صدر) کے درمیان اسی لیے ذکر کیا تاکہ کلام کو سنتے ہی اس بات کا یقین ہو جائے کہ یہ شرح صدر آپ کی خاطر ہے اور اس کا آپ ہی کو فائدہ ہے اور دوسرا یہ کہ آپ کے دل اقدس میں خوشی و مسرت کے جذبات فی الفور پیدا کرنا مقصود ہیں۔

(روح المعانی، ۳۰: ۱۹۴)

یعنی اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ میرا محبوب رنجیدہ خاطر رہے بلکہ یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا دل ہر وقت خوش اور راضی رہے۔

مولانا ابو محمد عبدالحق حقانی وجہ تقدیم اس طرح ذکر کرتے ہیں :-

وتقديمه على المفعول الصريح مع ان حقه التاخر للتعجيل المسرة۔ (تفسیر حقانی، ۸: ۱۷۵)

لفظ لك مفعول صریح صدر سے مؤخر ہونا چاہیے تھا مگر محبوب کریم کے دل میں جذبات مسرت کو فی الفور پیدا کرنے کیلئے اس کو مقدم کر دیا گیا ہے۔

امام خفاجی لکھتے ہیں :-

وزيادة لك مع عدم الحاجة لها قيل للاشارة الى ان الله

لك کا اضافہ ضرورت نہ ہونے کے باوجود اس لیے کر دیا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ

غنی عن العالمین فالوم تعلیل ای فعلنا ذالک لاجلک لولاجلنا لعدم احتیاجنا شئ من المخلوقات۔ — اللہ تعالیٰ تمام اشیاء سے غنی ہیں یہ سارا کچھ اس نے اپنے محبوب کے لیے کیا ہے کیونکہ وہ تو ان چیزوں سے بالاتر ہے۔

آپ بلندی ہی نہیں بلکہ بلندیوں کے مالک ہیں :

بعض مفسرین نے لفظِ لک کے اضافے کا فائدہ ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ رفعت، رُتبہ اور بلندی کا آپ کو اس طرح مالک بنا دیا گیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں رُتبہ عطا کر دیں اور جس کو چاہیں پست کر دیں حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی ورفعنالک ذکرک کے تحت لکھتے ہیں :۔

"لک اس لیے بڑھایا گیا کہ جس سے معلوم ہو کہ بلندی اور رُتبہ آپ کی ملک کر دیا گیا کہ جس کو آپ بلند فرمائیں وہ بلند ہو جائے اور جس کو حضور علیہ السّلام دھتکار دیں اس کو دونوں جہان میں کہیں پناہ نہ ملے۔" (شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن : ۲۸۰)

رفعت آپ کے ذکر ہی سے نصیب ہوتی ہے :

دُنیا میں لوگ رفعت کے متلاشی رہتے ہیں لیکن انہیں عزّت و رفعت کا نام تک نصیب نہیں ہوتا اور اگر کہیں کسی کو عزّت نظر آتے بھی تو وہ چند دن کی اور عارضی عزّت ہوتی ہے، جو زیادہ عرصہ باقی نہیں رہتی۔ بعض اوقات عزّت ملتی ہے لیکن اس شخصیّت کا ادب و احترام دلوں میں پیدا نہیں ہوتا۔ مثلاً اس دُنیا میں ہم اکثر صاحبِ علم شخصیتوں کو دیکھتے ہیں کہ لوگ ان کے علم کے گیت گاتے ہیں مگر ان کا دل ان کے ادب و احترام

سے خالی ہوتا ہے بلکہ اگر کسی محفل میں آئیں تو اُٹھ کر استقبال کرنا بھی پسند نہیں کیا جاتا بخلاف ان لوگوں کے جو حضور علیہ السلام کے ساتھ عقیدت اور محبت وعشق کے جذبات رکھتے ہیں۔ کبھی وہ حسنِ یار کی بات کرتے ہیں کبھی زلفوں کی سیاہی کو یاد کرتے ہیں کبھی آپ کے جسمِ اقدس کی تابانی کا ذکر کرتے، سنتے رات بسر کر دیتے ہیں۔ آپ کی مدح سرائی کرنا اور سُننا ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں کہ پھر ان کے ساتھ لوگوں کے دلی جذبات وابستہ ہو جاتے ہیں۔ ان کا اتنا ادب و احترام کیا جاتا ہے کہ ان کے چہرے کو تک لینا ہی نجات کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ آج اگر سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر مسلمان اپنا قائد تسلیم کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا حضور علیہ السلام سے عشق کا تعلق تھا اور وہ آپ کے ذکر میں وارفتہ رہتے تھے۔ ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ رفعت عطا فرمائی کہ ہر کوئی رشک کرتا ہے۔ کاش یہ بات ہماری سمجھ میں بھی آجائے کہ رفعت فقط حضور علیہ السلام کے ذکر سے مل سکتی ہے اور یہ آیت مبارکہ اس پر شاہد ہے کیونکہ اس میں ذکرِ مصطفیٰ اور رفعت کو جمع کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ذکرِ مصطفیٰ کو بلند کرتا ہے اور جو ذاکرِ مصطفیٰ ہو گا وہ لازماً بلند ہو گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ذکر بلند ہو اور ذاکر بلند نہ ہو۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا:۔

ما ان مدحت محمداً بمقالتی

ولکن مدحت مقالتی بمحمد

(میں اپنے ذکر (الفاظ) سے حضور کی مدح کو دوبالا اور بلند نہیں کر رہا بلکہ آپ کے ذکر و مدح سے اپنے کلام اور الفاظ کو بلندی بخش رہا ہوں)

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے، آپ کا ذکر کرنے والا کبھی بھول کر بھی، گمان نہ کرے کہ میں آپ کا ذکر بلند کر رہا ہوں کیونکہ آپ کا ذکر تو اللہ تعالیٰ نے اتنا بلند کر دیا ہے کہ اسے مخلوق کی حاجت نہیں رہی. ہاں یہ خیال کرنا چاہیے کہ اس کے ذریعے میں اپنے آپکو بلند کر رہا ہوں.

رفعتِ ذکر کی بعض صورتیں

اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں یہ اعلان فرما دیا ہے کہ ہم نے اپنے محبوب کا ذکر محبوب کی خاطر بلند فرما دیا ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے ذکر کی بلندی کے لیے کون سی صورتیں اختیار فرمائی ہیں۔ ہم ان میں سے بعض کا تذکرہ کریں گے۔

جب بھی اللہ کا ذکر ہوگا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر بھی ہوگا:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اتانی جبریل فقال ان ربی وربك يقول كيف رفعت ذكرك قال الله اعلم قال اذا ذكرت ذكرت معی.

(ابن کثیر، ۴ : ۵۲۴)

میرے پاس جبریل امین آئے اور آکر کہا کہ رب کریم آپ پر سلام فرماتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بتائیے میں نے آپ کا ذکر کس طرح بلند کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی رفعتِ ذکر یہ ہے کہ) جب بھی میرا ذکر ہوگا آپ کا بھی ہوگا۔

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں :۔

لا اذکر الا ذکرت معی۔ (ابن کثیر، ۴ : ۵۲۴)

جب میرا ذکر کیا جائے گا تو اس کے ساتھ لازماً تمہارا ذکر کیا جائے گا۔

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تیرے ذکر کے بغیر میرا ذکر ایمان نہیں بنتا :

حضرت ابو العباس احمد بن محمد ابن عطاء البغدادی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جو رفعتِ ذکر آپ کو عطا فرمائی ہے اس کا معنی یہ ہے :

جعلت تمام الایمان بذکری معك۔ (الشفاء، ۱ : ۲۴)

میرا ذکر ایمان تب قرار پائے گا جب ساتھ تیرا ذکر بھی ہوگا۔

یعنی اگر کوئی ساری زندگی اللہ اللہ کرتا رہے مگر وہ اس کے محبوب کا ذکر نہ کرے تو اس کے ذکر کو رد کر دیا جائے گا۔ یہ ایمان نہیں بلکہ اسے منافقت قرار دیا جائے گا۔

حضرت ملا علی قاری مذکورہ قول پر دلیل فراہم کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

لا یصح ولا یعتد به شرعاً مالم یتلفظ بکلمتیه اقرار حقیقة وحدانیته تعالیٰ وحقیة رسالته صلی الله علیه وسلم۔

کہ واقعتہً جب تک کوئی آدمی دونوں باتوں توحید باری اور رسالتِ محمدی کو نہ مانے اس کے ایمان کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ (شرح الشفاء، ۱ : ۳۶)

اذان اور ذکرِ رسول :

اللہ تعالیٰ نے نماز کی طرف بلانے کے لیے جو طریقہ عطا فرمایا ہے وہ اذان دینا ہے۔ اذان اسلام کے شعائر میں سے ہے اگر کسی شہر و قریہ یا بستی میں سے

اذان کی آواز سنائی نہ دے تو اس کے رہنے والوں کو مسلمان تصور نہیں کیا جائے گا اور اگر کسی شہر والے اذان پر پابندی لگادیں تو اسلامی حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ ان کے خلاف ایکشن لے، پانچ وقتہ نماز اور جمعہ کے لیے اذان دینا لازم ہے۔ اس ترانہ اذان کے الفاظ پر غور کریں تو جہاں یہ اللہ تعالیٰ کی بڑھائی اور توحید کے اعلان پر مشتمل ہے وہاں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ رسالت پر بھی مشتمل ہے موذن اگر اشھد ان لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ اشھد ان محمد رسول اللہ کہنے کا پابند بھی ہے۔ حالانکہ عقلی طور پر اگر اذان صرف اعلانِ توحید اور نماز کی طرف دعوتی کلمات پر ہی مشتمل ہوتی تو کافی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اسے پسند نہیں فرمایا اور حکم دیا کہ اذان کے اندر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بھی شامل کرو تاکہ میرے ذکر کے ساتھ ان کا ذکر بھی ہو۔

کرۂ ارض پر ایک سیکنڈ بھی بغیر اذان نہیں گزرتا:

یاد رہے پوری دنیا میں چوبیس گھنٹے روئے زمین پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرتا جس میں اذان نہ ہو رہی ہو یعنی ہر لمحہ فضا اللہ کے اعلانِ توحید اور حضور کے اعلانِ رسالت سے گونج رہی ہوتی ہے۔ کوئی ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جب کرۂ ارض پر ہزاروں لاکھوں موذن بیک وقت خدائے بزرگ و برتر اور حضور کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں۔ ذیل میں لیفٹیننٹ محمد شعیب کی اذان کے بارے میں تحقیق ملاحظہ کیجئے:

دُنیا کے نقشے کو دیکھیں، اسلامی ممالک میں انڈونیشیا کرۂ ارض کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ ملک بیشمار جزیروں پر مشتمل ہے جن میں جاوا، سماٹرا، بورنیو اور سیلبز مشہور جزیرے ہیں۔ انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک

ہے۔ تقریباً ۲۰ کروڑ آبادی کے اس ملک میں غیر مسلم آبادی کا تناسب آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

طلوع سحر سیبلز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے۔ وہاں جس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں، طلوع سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور ہزاروں مؤذن خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ بعد جکارتہ میں مؤذنوں کی آواز گونجنے لگتی ہے۔ جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے اور سماٹرا کے مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی ملایا کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ سلسلہ ایک گھنٹہ بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے۔ بنگلہ دیش میں اذانوں کا ابھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سرینگر تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں۔ دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے بمبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔

سرینگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے۔ سیالکوٹ سے کوئٹہ، کراچی اور گوادر تک چالیس منٹ کا فرق ہے۔ اس عرصے میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہو رہی ہوتی ہے۔ پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹے کا فرق ہے اس عرصے میں اذانیں حجازِ مقدس، یمن، عرب امارات، کویت اور عراق میں گونجتی رہتی ہیں۔

بغداد سے سکندریہ تک پھر ایک گھنٹے کا فرق ہے۔ اس دوران شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔ سکندریہ اور استنبول ایک ہی

طول و عرض پر واقع ہیں۔ مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے۔ اس دوران ترکی میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوتی ہے۔

سکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا دورانیہ ہے، اس عرصے میں شمالی افریقہ میں لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوا تھا، ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے۔

فجر کی اذان بحرِ اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بمشکل جکارتہ پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں نمازِ مغرب کا وقت ہو جاتا ہے۔ مغرب کی اذانیں سیلبز سے بمشکل سماٹرا تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشائ کا وقت ہو جاتا ہے۔ جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اُس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔

کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ کرۂ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس وقت ہزاروں لاکھوں مؤذن بیک وقت خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں؟ انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ تا قیامت اسی طرح جاری رہے گا۔

شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقامِ عالی کا تذکرہ اپنے اشعار میں یوں فرمایا ہے:۔

وضم الالہ اسم النبی الی اسمہ	اذا قال فی الخمس المؤذن اشہد
وشق لہ من اسمہ لیجلہ	فذو العرش محمود وھذا محمد

(اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اپنے مبارک نام کے ساتھ اس طرح متصل فرما دیا ہے کہ ہر موذن پانچ وقت اُس کی شہادت دیتا ہے اور اپنے نام سے حضور کا نام بنایا تاکہ یہ سب سے اعلیٰ اور عزت والا ہو جائے پس عرش والا (اللہ تعالٰی) محمود اور اس کا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محمد ہیں)

اے محبوب تیرے ذکر کو میں اپنا ذکر قرار دیتا ہوں :

حضرت ابن عطاہی سے ایک اور مقام پر منقول ہے اور وہ یہ ہے :-

جعلتك ذكراً من ذكري فمن ذكرك ذكرني. (الشفاء، ۱: ۲۴)

مَیں نے تجھے سراپا اپنا ذکر قرار دے دیا ہے پس جس نے تجھے یاد کر لیا اس نے مجھے یاد کر لیا ؛

حضرت ملّا علی قاری رفعتِ ذکر پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

لا يبعد ان يقال المراد برفع ذكره انه جعل ذكره ذكره كما جعل طاعته طاعته (شرح الشفاء ا: ۲۴)

رفعتِ ذکر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دے دیا ہے جس طرح آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے ؛

یہ بات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں :-

ولا مقام فوق هذا في المرتبة. (شرح الشفاء ا: ۲۴)

اس سے بڑھ کر مرتبہ میں کوئی مقام نہیں ہو سکتا ؛

جب اللہ تعالٰی نے محبوبِ کریم کے ذکر کو اپنے ذکر کا عین قرار دے دیا ہے یعنی حضور کی نعت اور آپ پر درود و سلام اللہ ہی کا ذکر ہے تو واقعۃً اس سے بڑھ کر اس کائنات میں کوئی مرتبہ و مقام نہیں ہو سکتا۔

الشفاء کے محشی علامہ علی محمد البجاوی اس معنی کی تشریح کرتے ہیں :-

کان ذکرك عین ذکری. آپ کا ذکر میرے ذکر کا عین ہے :

کائنات کے ہر ذرے پر اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے :

آپ کے ذکر کی رفعتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق جنت، عرش و لوح، کرسی، قلم حتیٰ کہ ہر ذرے ذرے پر اپنے محبوب کا نام ثبت فرما دیا تاکہ لوگوں پر یہ واضح ہو جائے کہ جہاں تک میری ربوبیت کا دائرہ ہے وہاں تک اس رسول کی رسالت ہے۔ اگر میں رب العالمین ہوں تو اس کو میں نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ بے شک پیدا کرنے والا میں ہوں لیکن ان کا مالک میں نے اپنے محبوب کو بنا دیا ہے کیونکہ مالک کے علاوہ کسی دوسرے کا نام شے پر نہیں لکھا جاتا۔

یہاں ہم ان روایات کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں بعض اہم مخلوقات کے بارے میں آیا ہے کہ ان پر آپ کا اسم گرامی ثبت ہے۔

عرش اعظم کی زینت ــــ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم :

امام حاکم نے مستدرک میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوگئی تو انہوں نے رب العزت کی بارگاہِ کریمانہ میں ان الفاظ کے ساتھ دعا کی :

یارب اسئلك بحق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)	اے میرے رب میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں میری لغزش سے درگزر فرما۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا:

یا آدم کیف عرفت محمداً (صلی اللہ علیہ وسلم) ولم اخلقہ؟

اے آدم! تجھے محمد کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا حالانکہ میں نے تو انہیں پیدا نہیں فرمایا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا:

یارب لما خلقتنی بیدك ونفخت فی من روحك رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوباً لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انك لم تضف الیٰ اسمك الا احب الخلق الیك۔

(المستدرک، ۲: ۶۱۵)

اے رب کریم جب تو نے مجھے پیدا فرما کر میرے اندر اپنی روح پھونکی میں نے سر اٹھایا تو میں نے عرش کے چاروں اطراف پر یہ کلمہ لکھا ہوا دیکھا۔ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اس اتصال سے میں نے محسوس کیا کہ یہ نام اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق سے زیادہ پسند ہے۔

طبرانی اور بیہقی میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا:

من این عرفت محمداً؟

آپ نے اس ہستی کو کیسے پہچان لیا؟

تو آپ نے عرض کیا:

رأیت فی کل موضع من الجنۃ مکتوباً لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انہ اکرم خلقك علیك فتاب اللہ علیہ وغفرلہ۔

(الشفاء، ۱: ۲۲۷)

جب میں نے جنت میں ہر جگہ یہ تحریر دیکھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ ذات گرامی ہی اللہ کے ہاں ساری مخلوق سے زیادہ معزز ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی توبہ قبول کر لی۔

حضرت ملا علی قاریؒ فی کل موضع من الجنۃ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

من شرف قصورھا وصدور حورھا واطراف انھارھا واشجارھا۔

آپ کا اسم گرامی محلاتِ جنت کے طاقوں، روشندانوں، حور و غلمان کے سینوں، انہارِ جنت کے کناروں اور درختوں کے پتوں پر تحریر کیا گیا ہے۔

حضرت انس اور حضرت ابوالحمراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لما اسری بی الی السماء اذا علی العرش مکتوب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (شرح الشفاء، ۱: ۲۲۵)

جب میں معراج کے لیے عرش پر پہنچا تو میں نے عرش پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا۔

جنت کے دروازے پر نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

علی باب الجنۃ مکتوب انا اللہ لا الٰہ الا انا محمد رسول اللہ لا اعذب من قالھا۔ (الشفاء، ۱: ۲۲۸)

جنت کے دروازے پر یہ تحریر ہے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے برحق رسول ہیں جس شخص نے بھی اس قول کو مان لیا اللہ تعالیٰ اسے عذاب میں مبتلا نہیں فرمائے گا۔

پتہ پتہ بوٹا بوٹا نام تمہارا (صلی اللہ علیہ وسلم) جانے ہے:

حلیہ میں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ما فی الجنۃ شجرۃ علیہا ورقۃ الا مکتوب علیہا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (الشفاء ۱: ۲۲۹)

جنت کے درختوں پر کوئی ایسا پتہ نہیں جس پر یہ لکھا نہ ہو: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ؛

لوحِ محفوظ کی پیشانی کا جھومر ــــ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم:

علامہ روح المعانی سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے لوحِ محفوظ کے بارے میں مروی روایت کو نقل کرتے ہیں:

لوح من درۃ بیضاء طولہ مابین السماء والارض وعرضہ مابین المشرق والمغرب وحافتاہ الدر والیاقوت وقلمہ نور وانہ کتب فی صدرہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ دینہ الاسلام ومحمد عبدہ ورسولہ فمن آمن باللہ عزوجل وصدق بوعدہ واتبع رسلہ ادخلہ الجنۃ (روح المعانی، پ ۳۰: ۱۰۷، المظہری۔ ۱۰: ۲۳۹)

لوحِ محفوظ چمکدار موتی سے بنا ہوا ہے اس کی لمبائی آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے اور چوڑائی مشرق و مغرب کی مقدار کے برابر ہے۔ اس کے کناروں پہ موتی اور یاقوت جڑے ہوئے ہیں اسکا قلم نوری ہے اور اس کی پیشانی پر یہ تحریر کندہ ہے: اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کا پسندیدہ دین اسلام ہے، محمد اس کے پیارے بندے اور رسول ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے گا اس کا وعدہ پورا کرے گا اور اس کے رسولوں کی اتباع کرے گا وہی جنت میں داخل ہوگا ؛

امام قرطبیؒ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے ہی سے یہ تصریح کی ہے:

اول شیٔ کتبہ اللہ تعالیٰ فی اللوح المحفوظ انی انا اللہ لا الٰہ الا انا محمد رسولی (القرطبی، جز ۱۹: ۲۹۸)

سب سے پہلے لوحِ محفوظ پر لکھے جانے والے کلمات یہ تھے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد میرے پیارے رسول ہیں۔

ہر شئے جو مصروفِ تسبیح ہے، اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مزیّن ہے:

شیخ المحدثین حضرت ملا علی قاری ان تمام روایات اور مختلف بزرگوں کے حوالے سے بیان کردہ واقعات کہ ہم نے ایسے درخت، جانور، پتھر دیکھے جن پر حضور کا نام تھا، ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

والذی یخطر بالبال الفاطر واللہ اعلم بالظواھر والسرائر ان ھذہ کلھا کشوفات مکشوفات لاھلھا لا یراھا من لم یتاھلھا وربما یقال ان اسمہ سبحانہ و تعالیٰ علی اسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسوم علی کل شیٔ من ملک و فلک و بناء و سماء و فرش و عرش وحجر و مدر و شجر و ثمر و نحو ذلک ولکن اکثر الخلق لا یبصرون

میرا دل گواہی دیتا ہے ہر شئے کے ظاہر اور باطن کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان تمام واقعات کا تعلق کشف سے ہے، اہلِ کشف ہی اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں دوسرے نہیں۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کے ساتھ اس کے پیارے رسول کا نام کائنات کی ہر شئے، فرشتہ، فلک، زمین، عرش، فرش، پتھر، ریت کے ذرات، درخت پھل وغیرہ تمام پر تحریر ہے لیکن اکثر لوگ اسے دیکھ نہیں پاتے اور نہ ہی ان کو یہ نقش نظر آتا ہے۔ اس کو باری

تصویرھم ونظیرقولہ سبحانہ وتعالیٰ وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم (شرح الشفا، ۱: ۳۷۸)

تعالیٰ کے اس فرمان سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ہر شئے باری تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم اسے سمجھ نہیں سکتے :

اب تیرا نام بھی آئے گا میرے نام کے ساتھ :

رفعتِ ذکر کی ایک اہم صورت یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کے نام کو اپنے مبارک نام کے ساتھ متصل فرما دیا۔ مثلاً کلمہ طیبہ میں جہاں توحید کا اعلان ختم ہوتا ہے وہاں سے رسالت کی بات شروع ہو جاتی ہے درمیان میں واوٗ عاطفہ کا ذکر بھی نہیں حالانکہ دو ذاتوں کا ذکر ہے جس کا تقاضا عطف ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ میرے اور میرے محبوب کے ناموں کے درمیان واوٗ آجائے یعنی ہم اگرچہ دو ہیں مگر ہم میں دوئی کا تصور نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت، اتباع، محبت وغیرہ میں جہاں اپنا ذکر کیا ہے وہاں اپنے محبوب کا ذکر بھی متصلاً کیا ہے۔ اس پر بیسیوں آیات قرآنی شاہد و عادل ہیں۔

سید قطب مصری وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

رفعناہ فی الملاء الاعلیٰ ورفعناہ فی الارض ورفعناہ فی ھذا الوجود جمیعاً ورفعناہ فجعلنا اسمك مقروناً باسم اللہ کلما تحرکت بہ الشفاہ۔

ہم نے آپ کا ذکر ملاء اعلیٰ میں بلند کر دیا اسی طرح زمین میں اور اس تمام روئے کائنات میں بھی اور ہم نے آپ کے اسم گرامی کو اپنے ساتھ اس طرح پیوست کر دیا ہے کہ جب بھی اللہ کا نام کوئی لیگا آپ کا بھی لے گا :

وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ بھی رفعتِ ذکر کا ایک نظارہ ہے:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الضحیٰ میں حضور علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کا یہ کہنا کہ محمد کے رب نے اسے چھوڑ دیا ہے، غلط ہے کیونکہ میں تو بعد میں آنے والی ہر گھڑی میں آپ کے ذکر کو بلندی عطا کرنے والا ہوں۔

یہاں مفسرین کرام نے یہ معنی لکھا ہے کہ آخرت آپ کے حق میں دُنیا سے بہتر ہوگی وہاں اُنہوں نے اس کا یہ معنی بھی بیان کیا ہے کہ ہر آنیوالا وقت آپ کی بلندی کا دور ہوگا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی یہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

للآخرۃ ای الحالۃ الآخرۃ خیرلک من الاولیٰ نھایۃ امرک خیر من بدایتہ یعنی لاتزال تتصاعد فی الرفعۃ والکمال (المظہری، ۱۰: ۲۸۳)	آپ کی ہر دوسری گھڑی پہلی سے بہتر اور آپ کا بعد کا معاملہ پہلے سے کہیں بہتر یعنی آپ کے مراتب رفیعہ میں ہمیشہ ترقی ہوتی رہے گی۔

ہمیشہ سے اُمتِ مسلمہ میں وسیع پیمانے پر محافل میلاد و نعت کا انعقاد اور آپ کی آمد کی خوشی میں جشن جلوس یہ سب اللہ تعالیٰ کے وعدے کا اظہار ہے یہ سلسلہ روز بروز ترقی افزوں ہے۔

امام فخر الدین رازی رفعتِ ذکر کی مختلف صورتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

املاء العالم من اتباعك كلهم يثنون عليك ويصلون عليك ويحفظون سنتك	یہ کائنات تیرے ایسے غلاموں سے بھر جائے گی جو تمام کے تمام آپ کی تعریف اور آپ کی بارگاہِ اقدس میں درود و سلام

فالقراء يحفظون الفاظ
منشورك والمفسرون يفسرون
معاني فرقانك والوعاظ يبلغون
وعظك بل العلماء والسلاطين
يصلون الى خدمتك ويسلمون
من وراء الباب عليك ويمسحون
وجوههم بتراب روضتك
ويرجون شفاعتك فشرفك
باقٍ الى يوم القيامة۔
(تفسیر کبیر، ۳۲: ۶۰۵)

عرض کرتے رہیں گے اور آپ کی سُنّتِ
مبارکہ کے محافظ ہوں گے ـــ قرّاء آپ
کے منشور کے الفاظ کی حفاظت کریں گے،
مفسّرین معانی قرآن واضح کریں گے،
مبلغین آپ کی تبلیغ کے امین ہوں گے،
بلکہ تمام علماء و سلاطین آپ کی بارگاہِ عالیہ میں
درود عرض کریں گے اور آپ کی مبارک
چوکھٹ پر کھڑے ہو کر سلام عرض کریں گے
اور آپ کے روضۂ اقدس کی مبارک خاک
آنکھوں کا سُرمہ بنائیں گے اور آپ کی
شفاعت کے اُمیدوار ہوں گے، اسی طرح آپ کا شرف تاقیامت باقی رہیگا۔
اسی رفعتِ ذکر کا مظاہرہ ساری کائنات نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے،
دیکھ رہی ہے اور مستقبل میں اس سے کہیں بڑھ کر دیکھے گی۔

چشمِ افلاک یہ نظارہ تا ابد دیکھے
رفعتِ شان ورفعنا لک ذکرک دیکھے